# کانچ سا احساس



سعدیہ عابد

اشہب لطیف، شاندار اس کے ویٹنگ روم میں اپنی باری آنے کا منتظر بیٹھا تھا، جیسے جیسے وقت گزرنے لگا اس کی کوفت و بے زاری میں اضافہ ہونے کے ساتھ یہاں بیٹھنا اسے اپنا بے کار لگنے لگا، کیونکہ وہ گزرے سال میں کتنی ہی بار ان مرحلوں سے گزر چکا تھا اور ایسے میں جتنا وقت بیتتا جاتا تھا نوکری ملنے کی امید دم توڑتی جاتی تھی، وہ اپنی ہی سوچوں میں غلطاں، بالکل ہی الجھ کر رہ گیا تھا۔

اس کی باری آ گئی اور وہ تمام مایوسیاں اپنے اندر ہی دباتا ایک نئی امید کے ساتھ خود اعتمادی سے اجازت ملتے ہی اندر چلا آیا وہی روایتی انداز میں انٹرویو کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کی امید پھر دم توڑنے لگی، اس نے بے بسی سے ایک نگاہ انٹرویو لیتے اس معمر شخص پر ڈالی تھی جس نے پوچھا تھا کوئی تجربہ ہے اب وہ کیا کہتا کہ جاب ملے گی تو [illegible] وہاں ابھی انٹرویو دینے کا تجربہ کافی ہے اسے، مگر یہ وہ اس شخص کو نہیں کہہ سکتا تھا۔

انٹرویو لینے والے کے چہرے پر اس کا شاندار تعلیمی ریکارڈز دیکھ حیرت سی تھی کہ وہ نوجوان کافی کم عمر اور دگرگوں حالت میں ان کے سامنے تھا کہ شرٹ کا رنگ ڈھل ڈھل کر ماند پڑ گیا تھا، خوبصورت چہرے پر تازہ کی گئی شیو کی نیلاہٹیں اور روشن آنکھوں سے جھلکتی ناگواری و بے بسی اور انہوں نے اس کا اور اس کی تعلیمی اسناد کا جائزہ لینے کے بعد فائل بند کر کے اس کی طرف واپس بڑھا دی کہ انہیں فریش چہروں کی نہیں کچھ ایکسپرٹس بندوں کی ضرورت تھی، اس نے لب بھینچ کر خود کو بمشکل کچھ کہنے سے روکا تھا کہ اس طرح کا جواب وہ تقریباً روز ہی سنتا تھا اور کبھی وہ خاموشی سے تو کبھی لحاظ کیے بناء سنا کر

## مکمل ناول

وہاں سے نکل جاتا تھا، کل رات سے اس کی طبیعت کچھ ناساز تھی اس لئے چپ چاپ اٹھ گیا کہ نہ خاموشی اسے کچھ دیتی تھی نہ اس خاموشی کو توڑنے کا کوئی فائدہ ہوتا تھا، اس نے اپنی فائل اٹھانے کو ہاتھ بڑھایا تھا کہ ایک آواز پر چونکا نگاہ اٹھائی تو اسے دیکھتے ہی اس کی طرح وہ بھی اسے پہچان گیا جو اس کا حال احوال دریافت کر رہی تھی۔

''آئی ایم فائن، اینڈ یو؟'' اس نے اس کی خوش اخلاقی کو دیکھتے ہوئے مروت و روا داری نبھائی۔

''آپ کی وجہ سے زندہ سلامت ہوں۔'' وہ مسکرا کر بولی اور فائل اٹھا کر کھول لی اور ڈاکومنٹس پر طائرانہ نگاہ ڈالتی اس کو دیکھنے لگی۔

''کافی شاندار تعلیمی ریکارڈ ہے آپ کا؟''

''جی، لیکن ایسے شاندار تعلیمی ریکارڈ کا کیا فائدہ جو بندے کو سال بھر میں بھی ایک معمولی سی جاب تک نہ دلوا سکے۔'' وہ تلخ ہو ہی گیا تھا اور وہ بے ساختہ ہنس دی، نقرئی گھنٹیوں سی ہنسی، متوجہ کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی اور وہ اس کو دیکھنے لگا جس کا چہرہ و آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔

''آئی ایم سوری، بٹ کچھ چیزیں انسان کے اختیار میں نہیں ہوتیں۔'' اس نے گویا اپنی ہنسی کو نرمی سے وضاحت کی تھی اور وہ نگاہ اس خوبصورت چہرے سے ہٹا گیا تھا۔

''نہیں میڈم اسی طرح جاب حاصل کرنا ہوتی تو سال بھر سے خوار نہ ہو رہا ہوتا۔'' جب نے منیجر کو اپائنٹمنٹ لیٹر تیار کرنے کو کہا تھا تو وہ بے زاری و کوفت سے بولتا سیٹ سے اٹھ گیا۔

''یقین کریں میں نے یہ فیصلہ احسان اتارنے کو نہیں لیا کہ بریقہ آفندی کی جان اب تنی بھی سستی و معمولی نہیں ہے کہ جس شخص نے کبھی جان بچائی تھی اس کو جاب مہیا کر کے احسان کا قرض اتار دیا جائے، میں نے آپ جاب پر رکھنے کا فیصلہ آپ کی تعلیمی اسناد و قا۔۔۔ کو دیکھتے ہوئے کیا ہے کہ میں اس آفس کو پچھلے دو ماہ سے سنبھال رہی ہوں (قطعاً سراسر جھوٹ کہا گیا تھا) میں نے جس کسی کو بھی جاب پر رکھا اس کی قابلیت کو دیکھ کر رکھا کہ میں خود ینگ ہوں تو ینگ و فریش لوگوں کو آگے آنے کا موقع فراہم کر رہی ہوں اور یہاں فی الحال اکاؤنٹنٹ کی جاب کے لئے انٹرویوز ہو رہے تھے لیکن میں آپ کو اپنے پرسنل سیکرٹری کے لئے اپائنٹ کر رہی ہوں، بطور اکاؤنٹنٹ تو ڈیڈی ہی کسی کو رکھیں گے کہ وہ نا تجربہ کار لوگوں کو کسی صورت نہیں رکھتے اور میرا یہ موقف ہے کہ جب تک تجربہ حاصل کرنے کا موقع نہیں ملے گا، تجربہ کیونکر ہوگا؟ ڈیڈی کبھی نہیں مانتے، وہ تو مجھے اتنی اہم سیٹ کبھی نہ دیتے دو دن بھوکی رہی تو کہیں جا کر مانے۔'' وہ اپنے مخصوص انداز میں بلا تکان بولتی چلی گئی تھی مگر اس کے بولنے پر جہاں وہ متحیر ہوا تھا وہاں اس کی تسلی بھی ہو گئی تھی۔

''ویسے مزے کی بات یہ ہے کہ دو دن بھوکے رہنے کی محض اداکاری کی تھی۔'' وہ نہایت دوستانہ انداز میں بولی تھی۔

''جانتا ہوں میں یہ بیٹا جان، مگر تمہاری پیار بھری ضد مانی تھی اس لئے ظاہر نہیں کیا تھا۔'' سلطان آفندی، روم میں داخل ہوتے ہوئے بولے تھے اور وہ جھینپ کر ہنس دی تھی۔

''ڈیڈی، یہی وہ مہربان ہیں جنہوں نے آپ کی لاڈلی کی ایک ماہ قبل جان بچائی تھی۔'' اس نے اپنی کرسی باپ کے احترام میں پہلی فرصت میں چھوڑی تھی اور ان کے بیٹھتے ہی تعارف کروایا تھا۔



''اوہ نائس ٹو میٹ یو، مسٹر مہربان۔'' عادت وفطرت کے برخلاف انہوں نے خوشگواری دکھائی تھی اور ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھایا تھا۔

''آئی ایم اشہب لطیف۔'' اس نے اپنا درست نام بتایا تھا۔

''ڈیڈی، مہربان مدد کرنے، مہربان ہونے والے سینس میں کہا تھا۔'' اس نے باپ کو مسکرا کر دیکھا تھا اور وہ جواباً مسکراتے اس کی طرف گھومے تھے اور وہ ایک ہی دن میں مختصر وقت میں گویا تیسرا انٹرویو دے رہا تھا اور وہ بھی باقی دونوں کی طرح اس سے کافی متاثر ہوئے تھے کہ اتنا تعلیمی شاندار ریکارڈ سو میں کسی ایک کا ہی ہوتا ہے اور اس نے کچھ ڈرتے ڈرتے ان کو بتایا تھا کہ وہ اس کو جاب پر رکھنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔

''وقاص آپ مسٹر اشہب کو اپائنٹمنٹ لیٹر دے دیں، یہ اس کے حق دار ہیں۔'' وہ تعریف کرنے و سراہنے کے معاملے میں کافی بخل تھے مگر اس وقت اپنی ازلی کنجوسی نہ دکھا سکے تھے کہ وہ فی الحال تعریف کے لائق ہی لگا تھا۔

''تھینک یو سو مچ سر!'' وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

''آپ کو ہمارے ساتھ ایک کپ چائے تو پینی ہی پڑے گی کہ آپ جو احسان کر چکے ہیں اس کے بعد آپ سے ملنے کی بڑی تمنا تھی مگر احسان کسی صورت نہ اتار سکیں گے کہ آپ نے ہماری بیٹی کی جان بچا کر ہمیں نئی زندگی دی ہے، مقروض کر لیا ہے آپ نے ہمیں اپنا۔'' وہ شائستگی سے کہہ رہے تھے اور وہ قدرے شرمندہ سا ہوتا ان کا خاص پروٹوکول وصول رہا تھا، آفس سے نکلتے ہوئے، لیکن وہ بے حد خوش تھا کہ بالآخر اسے جاب مل ہی گئی تھی۔

☆☆☆

اشہب لطیف کا تعلق سفید پوش گھرانے سے تھا، دو بہنوں سے بڑا اور ایک بھائی اس سے چھوٹا تھا، والد سرکاری ملازم تھے مگر انہوں نے معمولی سی جاب کے باوجود بچوں کو اچھی تعلیم دلوائی، باپ کی موت کے بعد ہی صحیح معنوں میں اسے حالات اور اپنی غربت کا احساس ہوا کہ حالات کے پیش نظر ہوم ٹیوشنز تو وہ کیا کرتا تھا اس سے زیادہ کی لطیف صاحب نے اسے اجازت نہیں دی تھی وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس کی تعلیم متاثر ہو، فائنل ائیر کا لاسٹ سمسٹر چل رہا تھا جب لطیف صاحب بیمار ہو گئے اور چند ہی دنوں میں چٹ پٹ ہو گئے، ایگزامز اس نے جیسے تیسے دیئے اور جب سے ہی نوکری کی تلاش شروع کر دی جو فائنلی اسے آج ایک سال اور تین ماہ بعد مل ہی گئی تھی۔

اشہب نے سی اے کیا ہے اور دونوں جڑواں بہنیں انٹر کی اور بھائی میٹرک کا طالب علم ہے، وہ تینوں بہن بھائیوں کا باپ کی خواہش کے مطابق تعلیم دلوانا چاہتا ہے اور نوکری ملنے کے بعد اسے لگا ہے کہ وہ شاید کچھ کر لے کہ اب تک خود اس کے ہاتھ خالی تھے، معمولی سی چار پانچ ہزار والی جاب میں گزارہ کرنے میں اس کی ماں کے حوصلے و قناعت کا ہی ہاتھ تھا اور آج اسے یقین آ گیا ہے کہ نیکی کبھی ضائع نہیں جاتی، ایک ماہ قبل بھی انٹرویو کے لئے ہی نکلا تھا، شاہراہ فیصل پر بری طرح ٹریفک جام تھا اور انتظار کرتے دس منٹ گزر رہے تھے کہ وہ کچھ سوچ کر بس سے اتر گیا تھا کہ اس کی مطلوبہ جگہ واکنگ ڈسٹنس پر ہی رہ گئی تھی، روڈ کراس کر کے وہ اس طرف آیا تھا کہ بری طرح چونکا تھا ایک لڑکی سیل فون کان سے لگائے باتوں میں محو چلی جا رہی تھی اور اسے اندازہ بھی نہ تھا کہ غفلت میں اس نے موت کی دہلیز پر قدم رکھ دیا ہے، مگر جس کو اللہ رکھے اس کو

کون چکھے؟ اس نے بروقت اس کو بازو سے تھام کر اپنی طرف گھسیٹا تھا، سیل فون ہاتھ سے چھوٹا تھا اور وہ اس کے کاندھے سے جا ٹکرائی تھی، کار تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی تھی۔

''مرنے کا شوق ہے بھی تو یہ طریقہ بہت گھسا پٹا ہے۔'' بازو آزاد کر کے وہ تلخ ہوا تھا اور وہ بھیگی نگاہوں سے اس کے بگڑتے زاویے کے چہرے کو دیکھنے لگی تھی کہ اس کے حواس قابو میں ہی نہیں آئے تھے اور یزدان آفندی اس کے مشکور تھے وہ مال سے نکلتے ہوئے اس کو موت کی طرف بڑھتے دیکھ لیکے ضرور تھے مگر انہیں دیر ہوگئی تھی مگر اللہ نے کسی اور کو وسیلہ بنا دیا تھا اور وہ اس کا شکر ادا کرتے بہن کو کاندھوں سے تھام گئے تھے اور وہ بھائی کے سینے سے لگی رو دی تھی۔

''ریلیکس میری جان۔'' اس کا سر تھپکا تھا مگر وہ سہمی ہوئی تھی کہ جو نہیں ہوا تھا ہو جانے کا خوف اس کے رونگٹے کھڑے کر رہا تھا۔

''مسٹر آپ نے بہت بڑا احسان کیا ہے ہم پر، کبھی کسی بھی وقت ہماری مدد کی ضرورت ہو تو رابطہ ضرور کیجئے گا کہ آپ کے کام آ کر ہمیں دلی مسرت حاصل ہوگی۔'' بہن کو بازو کے حصار میں لیتے شائستگی سے بولے تھے اور کارڈ اس کی طرف بڑھایا تھا۔

''نیکی کا صلہ تو اللہ دیتا ہے جناب، آپ کا کہہ دینا ہی بہت ہے کہ میں نے وہ کیا جو کرنا ضروری تھا اب اس کو آپ احسان سمجھیں تو آپ کی ذرہ نوازی، جبکہ میں نے کوئی احسان نہیں کیا، اس لئے احسان کے بدلے کی بھی اسی لحاظ سے کوئی چاہ نہیں ہے، اللہ حافظ۔'' وہ جب خود اعتمادی سے بول رہا تھا وہ بھائی کے کاندھے سے لگی سوں سوں کرتی اس کو دیکھنے پر مجبور ہوگئی تھی، [illegible]

آنکھیں، بھرے بھرے عنابی ہونٹ، ملتے ہوئے کافی دلکش لگ رہے تھے، سفید چمکتے دانت، سیاہ سلیقے سے بنے ہوئے بال، کھڑی مغرور ناک، متناسب بھرا بھرا جسم، وہ شاندار مردانہ وجاہت کا حامل ہو یا نہیں مگر اسے وہ خاص لگا تھا اتنا خاص کہ گزرے ماہ و سال میں اپنے آپ وا پنی ذات میں مگن رہنے والی بریقہ آفندی اسے بھلا نہیں سکی تھی، بریقہ آفندی کا تعلق اپر ہائی کلاس سے ہے، بریقہ (روشن چمکیلی) یزدان آفندی سے چھ سال چھوٹی تھی، سلطان آفندی کے دو ہی بچے تھے۔

یزدان آفندی نے ہائیر اسٹڈی کمپلیٹ کر کے سال بھر پہلے ہی باپ کا بزنس جوائن کیا تھا، بریقہ کو پڑھائی میں زیادہ انٹرسٹ نہیں تھا اس لئے بی کام کے بعد اس نے سلطان آفندی کی ہزار ہا مخالفت کے باوجود تعلیم کو خیر باد کہا اور ضد کر کے آفس جوائن کر لیا، اس میں جتنا بچپنا تھا یا جتنی وہ امیچورڈ تھی اس کی وجہ سے وہ اس سب کے لئے راضی نہ تھے مگر وہ بریقہ ہی کیا جو کہہ دے، سوچ لے، پورا کر کے نہ دکھائے اور یزدان کی اس کو حمایت حاصل تھی اس لئے اس نے آفس جوائن کر لیا تھا، اس میں نہ اہلیت تھی نہ قابلیت نہ ہی عمر مگر یزدان کی حمایت پر ہی اسے اہم پوسٹ تجویز کر دی گئی تھی یہ اور بات ہے کہ نہ اس سے کام لیا گیا، نہ اس نے کیا، گیارہ بجے شان سے آفس آتی ہے اور ویل ڈیکوریٹڈ روم میں آ بیٹھتی ہے، انٹرویو لینے میں اس کو مزا آتا ہے اس لئے مختصر عرصے میں تین انٹرویوز بھگتا چکی ہے اس کے سلیکٹ کیے گئے ورکر گرچہ سلطان آفندی کے معیار پر نہ اترے تھے مگر خاموش رہے تھے اور اس انٹرویو کے متعلق اس کو بے خبر رکھا گیا اور آج صبح اس کا آفس آنے کا موڈ بھی نہ تھا [illegible]

تھے مگر پھر اس کے دماغ میں نہ جانے کیا سمائی جو وہ دن کے ساڑھے بارہ بجے آفس پہنچ گئی، ویٹنگ روم میں گرچہ اس وقت ایک دو ہی لوگ تھے مگر اس نے کچھ سوچ کر ریسپشنسٹ سے معلومات لی تھیں اور انٹرویو روم کی طرف آ گئی تھی اور اس کو دیکھ تو جیسے دل کی کلی ہی کھل گئی تھی، اس کی آمد کی اطلاع پاتے ہی سلطان آفندی وہاں آئے تھے مگر اتنی دیر ضرور ہوئی تھی کہ اس نے فیصلہ کر لیا تھا، مگر اشہب کی اسناد سے وہ متاثر ہوئے تھے اوپر سے اس کا تعارف کچھ ایسا تھا کہ انکار کی گنجائش ہی نہ بچی تھی۔

☆☆☆

اس وقت اپنے روم میں بیٹھی وہ تو بے حد بے تحاشا خوشی محسوس کر رہی تھی اور وہ خوشی کو چاہ کر بھی چھپا نہیں پا رہی، راکنگ چیئر پر جھولتے ہوئے گنگنا رہی تھی کہ اس کے روم میں آتا یزدان آفندی بے طرح چونکا۔

''کیا بات ہے لعل مسٹر کافی خوش دکھائی دے رہی ہو؟'' اس نے چیئر پر بیٹھتے ہوئے اس کے روشنی بکھیرتے چہرے کو دیکھا تو بولے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

''خوش تو میں بہت ہوں بھائی، بہت بہت زیادہ۔'' وہ کھلکھلائی تھی۔

''کچھ مجھے بھی تو وجہ پتہ چلے۔''

''میں خود نہیں جانتی بھائی، بس بے وجہ خوش ہونے کھلکھلانے کو دل کر رہا ہے۔'' وہ مزے سے کہتی کل کل کرتی ہنسی ہنس دی تھی۔

''ہم تو چاہتے ہی یہی ہیں کہ تم ہر وقت خوش رہو، یہ تو بتاؤ، تمہیں انٹرویوز کی کس مخبر نے پہنچائی تھی۔'' وہ نہال ہو کر بولا تھا اور کافی منگوائی تھی اور دوبارہ اس کی جانب گھوما تھا۔

''کسی نے بھی نہیں بھائی، گھر میں دل نہ لگا تو آفس آ گئی۔''

''تم کچھ کرتی ہو نہیں لعل مسٹر اور ...''

''آپ لوگ کچھ کرواتے کب ہیں، روز آتی ہوں، بیٹھی ہوں چلی جاتی ہوں۔'' وہ خفا ہوئی تھی اور وہ قہقہہ لگا گیا تھا۔

''ہمارے آفس میں نا تجربہ کار افراد جمع کر رہی ہو یہ کام کم ہے کیا؟'' اس کو چھیڑا تھا وہ خجل ہوگئی تھی۔

''اب ایسا بھی نہیں ہے بھائی اور جب تک موقع نہیں ملے گا تجربہ کیسے حاصل ہوگا؟ اور بات تجربے کی ہی ہے تو جب آپ نے آفس جوائن کیا آپ بھی بالکل نہ تجربے کار تھے۔'' وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔

''میری جان تمہاری ہر بات میں سچائی ہے مگر کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کی سچائی کو اپنی ضرورت اور فائدے کے تحت پس پشت ڈالنا پڑتا ہے، ایک جاب کے لئے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کو نظر انداز کیا ہی نہیں جا سکتا کہ تمہاری تھیوری پر چلنے لگے تو ٹکے کا فائدہ نہ ہو اسی لئے کہتے ہیں کہ بزنس اموشنز سے نہیں برین سے کیا جاتا ہے۔'' انہوں نے اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔

''یعنی آپ کو لگتا ہے کہ میرے پاس دماغ نہیں ہے۔'' وہ برا مان گئی تھی۔

''ارے نہیں میری جان، دماغ ہے، ذہانت کے ساتھ جذبات بھی وافر مقدار میں موجود ہیں، اب تم میری اور ڈیڈی کی ہی مثال لے لو تم سے ہم بہت محبت کرتے ہیں صرف اس لئے تمہیں آفس آنے کی اجازت دی، تمہارے کیے فیصلوں کا مان رکھا، ورنہ اگر دماغ سے سوچتے تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔''

''آپ لوگوں کو میرا آفس آنا نہیں پسند تو

اب نہیں آؤں گی۔" آنسو رگڑتے ہوئے اور وہ کرسی سے اٹھ گئی۔

"کیا چاہتی ہے میری گڑیا؟" اس کو بمشکل روک کر صوفے پر بٹھایا اور نرمی سے پوچھا۔

"آپ اور ڈیڈی کی طرح میں بھی بزنس ڈیلنگز کرنا چاہتی ہوں، کانٹریکٹ سائن کرنا چاہتی ہوں۔" وہ منہ بنا کر بولنے لگی تھی کہ اس مسکراتے دیکھ چپ کر کے اسے خفگی بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"تمہیں آفس آنے کی اجازت دی، میٹنگز میں شریک رکھا، اس سب کا مقصد یہی تھا کہ تم سمجھ سکو کہ بزنس کیسے ہوتا ہے، جہاں تک کام کی بات ہے وہ میں نے خود ہی تمہیں نہیں سونپا کہ ہم نہیں چاہتے کہ تم خود کو تھکاؤ۔" وہ پیار سے بول رہا تھا نہیں۔

"لیکن بھائی یہاں آنے کا پھر کیا فائدہ گیارہ بجے آتی ہوں لنچ ٹائم میں واپس چلی جاتی ہوں، میں مانتی ہوں مجھے کام کرنا نہیں آتا، آپ لوگوں نے مجھے پھر ایڈمن کیوں بنایا؟ اس سے بہتر تو یہ ہوگا کہ میں آفس ہی نہ آؤں؟" سوں سوں کرتی بولی تھی۔

"اوکے مائی چائلڈ، کچھ ذمہ داریاں آپ کو تفویض کر دی جائیں گی کہ کل سے تو آپ کے پرسنل سیکرٹری صاحب بھی تشریف لا رہے ہیں جب باس ہی کچھ نہیں کرتا ہوگا تو سیکرٹری کیا کرے گا؟" اس نے بہن کو چھیڑا تھا۔

"پتہ ہے بھائی، وہ وہی شخص تھا جس نے میرا ایکسیڈنٹ ہونے سے بچایا تھا۔" وہ پر جوش ہوئی تھی اور وہ ہنس دیا تھا کہ سلطان آفندی کے ذریعے اس کے علم میں بات آ چکی تھی۔

"چلو اٹھو گھر چلتے ہیں آج کچھ کرنے کا موڈ نہیں ہے۔"

ہاں میں بھی بور ہو رہی تھی لیونہ آج سیل فون لانا بھول گئی تھی اور میرا لیپ ٹاپ بھی کام نہیں کر رہا، میری طرح۔" وہ آفس آ کر میسج اور فیس بک پر لگی رہتی تھی، بھی شرارت سے کہا۔

"اچھا کل تمہیں کام سونپ دیئے جائیں گے اور بچو جب ڈیڈی سے غلط کرنے یا لیٹ کرنے پر ڈانٹ پڑے گی نہ تو مزا آئے گا۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"بھائی! ڈیڈی تو کافی سخت گیر قسم کے باس ہیں، وہ تو آپ کو بھی ڈانٹ دیتے ہیں۔" وہ ذری ذری بہت معصوم لگی تھی۔

"اسی لئے میری جان، بزنس اموشنز سے نہیں چلتا اور تم تو پوری ملکہ جذبات ہو، مگر ڈونٹ وری، ڈیڈی کی تم لاڈلی ہو وہ تم کو کچھ نہیں کہیں گے۔" اس پر بھاری قسم کی ذمہ داری عائد کرنے کا ارادہ ہی نہ تھا اور وہ پریشان اچھی نہ لگی تو دلاسہ دے ڈالا۔

"ہاں وہ تو میں ہوں۔" فرضی کالر کھڑے کر کے بولی اور وہ دونوں ہی ہنس دیئے۔

☆☆☆

"تھینک گاڈ، اشہب تمہیں جاب تو ملی اگر کچھ ماہ یونہی گزرتے تو اماں نے میری شادی اپنے بھتیجے سے طے کر دینی تھی، اب تم وقت ضائع کیے بغیر خالہ کو بھیجو۔" مہوش کو جیسے ہی اس کی جاب ملنے کی نوید ملی تھی اس کے گھر میں آ گئی تھی۔

مہوش اس کی اکلوتی خالہ کی اکلوتی بیٹی تھی جو اشہب سے محبت کرتی تھی، کہ وہ کھلی ہوئی رنگت تیکھے نین نقش کی کافی خوش شکل لڑکی تھی بس تھوڑی فربہی مائل تھی۔

"یہ سب قبل از وقت ہوگا مہوش، اگر ابا زندہ ہوتے تو بات کچھ اور ہوتی اب مجھ پر بہت ذمہ داریاں ہیں، مجھے اپنی نہیں اپنی بہنوں کی



شادی کے بارے میں سوچنا ہے، راہب کو ڈاکٹر بنانا ہے، شادی تو سات آٹھ سالوں تک میری پلاننگ میں ہی نہیں ہے، اس لئے جہاں خالہ کہتی ہیں شادی کر لو۔" اس نے حقیقت کیا سامنے رکھی وہ تو بلبلا اٹھی تھی کہ اس نے صاف صاف اسے سری جھنڈی دکھا دی تھی۔

"میں تمہاری ذمہ داریوں کو سمجھتی ہوں اشبو اور میں نے کب تم سے شکوہ کیا یا شادی فوراً کرنے کو کہہ رہی ہوں، بس اماں کی وجہ سے ایسا کہا کہ وہ میری شادی جلد سے جلد کر دینا چاہتی ہیں، تم رشتہ بھیجو گے تو وہ مان جائیں گی، بہت محبت کرتی ہیں تم سے، اگر تم نے کوئی پیش رفت نہ کی تو میں کیسے اماں کو روکوں گی کہ پھپھو لاسٹ سنڈے کو رئیس کے لئے کہہ گئی ہیں، وہ تو اماں نے سوچنے کو وقت لیا اماں کو رئیس تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے اتنا تو مجھے بھی اندازہ ہے اور جب میں ہی......"

"تم سمجھ نہیں رہیں مہوش، میری ذمہ داریاں اتنی زیادہ ہیں کہ میں کسی کو بھی اپنا پابند نہیں کر سکتا ہوں۔" اسے سمجھ نہ آیا کہ اسے کس طرح سمجھائے؟

"جب مجھے اعتراض نہیں ہے انتظار کرنے کو تیار ہوں تو تم کیوں اعتراز کر رہے ہو؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ محبت کا سفر میں نے اکیلے ہی طے کیا ہے، تم اس راہ کے مسافر ہی نہیں ہو اسی لئے مجھے پانا نہیں چاہتے۔" اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے چہرہ لٹھے کی طرح سفید ہو گیا تھا۔

"محبت کی مجھے خبر نہیں مہوش، مگر تم میری زندگی میں واحد لڑکی ہو جس کو بھی سوچا ہے، شادی کے نام پر کبھی کسی کا خیال آیا ہے تو وہ صرف تم ہو اور اس خیال سے دست برداری قبول کرنا اتنا بھی آسان نہیں ہے جتنا کہ تم سمجھ رہی ہو، مگر میں بہت مجبور ہوں مجھے اندازہ ہے کہ خالہ کبھی سات آٹھ سال انتظار نہیں کریں گی اور تم کیوں میرے لئے اپنا قیمتی برباد کرو گی، وقت تمہارے ہاتھ میں ہے، رئیس کافی اچھا لڑکا ہے، اچھی جاب کرتا ہے، پڑھا لکھا ہے اور اس پر کوئی ذمہ داری بھی نہیں ہے عقلمندی کا تقاضہ یہی ہے کہ تم اس سے شادی کر لو۔"

"کبھی بھی نہیں اشبو، میں نے صرف تم سے محبت کی ہے، تمہاری آنکھوں میں اپنے لئے محبت نہ پا کر پسندیدگی محسوس کر کے مطمئن رہی، میرے اطمینان کو میری محبت کو یوں آندھیوں کی زد پر نہ رکھو سات آٹھ سال تو کیا میں ساری عمر تمہارا انتظار کر سکتی ہوں کسی محبت، کسی صلے کی آس کے بغیر، لیکن کوئی احساس تو مجھے سونپو کہ انتظار کٹھن نہ لگے تم تو بیچ راستے میں چھوڑے جا رہے ہو، محبت تم نے نہیں، میں نے تو کی ہے، میری محبت کا ہی کچھ خیال کر لو۔" وہ روتی ہوئی آنکھوں میں امید بھر کر اسے دیکھ رہی تھی، وہ کچھ نہ بولا کہ اتنا طویل انتظار کسی کو کروانا معیوب لگ رہا تھا وہ ان سب باتوں پہ سوچ چکا ہے تبھی تو اس سے بات کر لی تھی مگر اندازہ تھا کہ وہ اتنی آسانی سے نہ مانے گی مگر اتنی شدت کی بھی امید نہ تھی۔

"یاد رکھنا اشبو، کہ میں شادی کروں گی تو صرف تم سے، ورنہ کبھی نہیں۔" اس کی محبت نے جو خود اعتمادی عطا کی تھی اس کے تحت ٹھوس لہجے میں کہتی وہ وہاں رکی نہیں تھی نسیمہ نے بھانجی و بیٹے کی ساری باتیں سنی تھیں اسی لئے وہ رات کو بیٹے سے بات کرنے آ گئیں۔

"ٹھیک ہے اماں، اگر آپ کو یہ سب ٹھیک لگتا ہے تو آپ خالہ سے بات کر لیں، لیکن یہ یاد رکھیے گا کہ میں عشنہ، عشبہ سے پہلے شادی نہیں کروں گا اور یہ بات خالہ کو ضرور بتایئے گا تا کہ

ان کے ساتھ کوئی نا انصافی نہ ہو کہ کسی کو اندھیرے میں رکھنا دھوکے کے برابر ہوتا ہے۔"

نسیمہ نے بیٹے سے یہی کہا تھا کہ انہوں نے مہوش کو ہمیشہ بہو کے روپ میں ہی دیکھا ہے اور یہی اس کے ابا کی بھی خواہش تھی، راضی تو وہ تھا ہی مگر ذمہ داریاں آڑے آ رہی تھیں۔

اس کا رونا اس کی باتیں شام سے ہی اس کا ذہن بوجھل کیے ہوئے تھیں، ماں کی بات باپ کی خواہش، ماں کا سمجھانا اس نے ان سب کی مرضی کے مطابق فیصلہ کر دیا، نجمہ کو اعتراض تھا بھی تو کیا نہ تھا کہ بیٹی کی رضا اس کی خوشی جس میں ہے اس نے وہی فیصلہ کیا اور یوں بہت سادگی سے چند ایک رشتے داروں کی موجودگی میں منگنی کی رسم طے پا گئی، ساجدہ اس سب پر ناراض تو ہوئیں، بھائی بھاوج سے آ کر خوب لڑیں بھی مگر پھر بھائی کے لئے منگنی میں شریک ضرور ہوئیں کہ رئیس نے بھی ماں کو جانے کو کہہ دیا تھا ہاں البتہ وہ خود نہیں آیا تھا کہ اپنی محبت کو کسی اور کا ہوتے دیکھنا اس کے بس میں نہ تھا اس لئے نہ آنے میں ہی عافیت جانی تھی، رئیس، ساجدہ کا اکلوتا بیٹا تھا، ملٹی نیشنل کمپنی میں کام کرتا تھا، ساجدہ کے شوہر انتقال کر گئے تھے، بیٹے کی خواہش کو اپنی بھی رضا جانتے ہوئے مہوش کا ہاتھ بھائی سے طلب کیا تھا مگر مہوش، اشہب سے محبت کرتی تھی اسی لئے وقت مانگا اور پھر شرمندگی سے معذرت کر لی، نجمہ نے رشتے میں دوریاں نہ آئیں اس لئے نند سے صاف کہہ دیا تھا کہ اشہب کو فوقیت مہوش کی پسندیدگی اس کے اقرار پر دی گئی ہے ورنہ رئیس بھی انہیں کم عزیز نہیں ہے، اس لئے ساجدہ کی ناراضگی ختم ہو گئی تھی۔

☆☆☆

"آپ کے گھر میں کون کون ہے؟" کی بورڈ پر حرکت کرتی ہوئی انگلیاں تھمیں، نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا جو اس کی ٹیبل کے پاس کھڑی تھی، اسے یہاں کام کرتے ہوئے دو ماہ ہو گئے تھے، وہ محض نام کو ہی بریقہ آفندی کا پرسنل سیکرٹری ہے ورنہ وہ یزدان آفندی کے انڈر میں اپنی قابلیت کے مطابق کام کر رہا ہے، اب وہ بھی کچھ نہ کچھ کر ہی لیتی ہے، کمپیوٹر ورک اکثر یزدان اسی کو دے دیتا ہے مگر اس کے کیے کام کو احتیاطی طور پر اشہب سے چیک کروا کے خود بھی چیک کر لیتا ہے، دو ماہ میں اسے احساس ہوا تھا کہ وہ چھوٹی سی لڑکی اس کے باس یزدان آفندی اور انڈسٹری کے اونر سلمان آفندی کے لئے بہت اہم ہے اس کے لئے اس کی چھوٹی سی ضد کو پورا کرنے کے لئے بڑے سے بڑا نقصان برداشت کر سکتے ہیں کہ اس لڑکی میں کچھ ہوتا ہو لیکن ضد کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور وہ ضد کے تحت ہی آفس میں ہے یہ اور بات ہے کہ وہ پہلے دو ماہ میں ہر تیسرے دن غائب ہو جاتی تھی اور جب سے اس نے آفس جوائن کیا ہے آدھے گھنٹے کے لئے ہی سہی آتی ضرور ہے، وہ کام میں بزی ہوتا تھا اور اس کی غیر مردوں سے بات کی عادت بھی نہیں تھی اس لئے ضرورت ہی کے تحت اب تک مخاطب کیا تھا پرسنل قسم کا سوال پہلی دفعہ وہ بھی اچانک آ کر ڈالا تو وہ متحیر ہوا وہ کسی کو اپنی پرسنلز میں گھسنے کی اجازت نہیں دیتا مگر وہ اس کی باس نام کو ہی سہی مگر باس کی بہن تو تھی اس لئے جواب دیتے ہی بنی۔

"او سو سیڈ، آپ کے فادر کو کیا ہو گیا تھا؟ کیسے ڈیتھ ہوئی ان کی؟" وہ محض اس کی جھیل سی آنکھوں میں ہلکورے لیتی نمی کو دیکھ کر رہ گیا۔

"بیمار ہو گئے تھے۔" دھیمے لہجے میں بتایا تھا۔



"آپ دکھی نہ ہوں، بھائی کہتے ہیں کہ جو نہ ہو اس پر دکھی ہونے کی بجائے جو ہو اس پر خوش ہونا چاہیے، آپ اپنی مما کا بہت خیال رکھا کریں۔" اس کی آنسو گرنے لگے تو وہ پریشان ہو گیا کہ کوئی آ گیا کسی نے دیکھ لیا تو کیا سوچے گا اور وہ کرسی کھسکا کر اٹھا تھا کہ یزدان آفندی کو گلاس ڈور دھکیلتے اندر داخل ہوتے دیکھ اس کی پریشانی مزید بڑھ گئی جبکہ وہ تو بہن کو روتے دیکھ متفکر ہو گیا تھا۔

"وقی، کیا ہوا گڑیا؟" اس کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا بہن کے کاندھے پر ہاتھ رکھ گیا تھا اور وہ اس کے کاندھے سے لگی بلک اٹھی تو وہ دونوں ہی بھونچکا رہ گئے، وہ اس کو ہی خشمگیں نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اس کو اپنی پوزیشن آکورڈ لگنے لگی تھی کہ۔

"بھائی جن سے ہم بہت پیار کرتے ہیں، جن کی ہمیں سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ ہمیں کیوں اکیلا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔" وہ اس کے سینے میں منہ چھپائے منمنا رہی تھی۔

"کون کے چھوڑ گیا میری جان، مجھے بتاؤ؟" وہ جی جان سے اس کی طرف متوجہ تھا، سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے پوچھا تھا۔

"بھائی، اشہب کے ڈیڈی، وہ نہیں ہیں، جیسے میری مما نہیں ہیں۔" اس کے رونے میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"اشہب ایک گلاس پانی لے آئیے۔" اسے دیکھے بناء کہا اور اسے لئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا، بریقہ کی والدہ کی ڈیتھ جب ہوئی جب وہ محض گیارہ برس کی تھی، اس کی شخصیت میں جو کمی تھی وہ اسی سبب تھی کہ ماں کی موت نے اسے اندر تک جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا، گھر کے سناٹے وتنہائی سے بھاگنے کو ہی تو اس نے آفس جوائن کیا کہ باپ اور بھائی ہی اس کی کل کائنات تھے، گھر میں بولائے بولائے پھرنے سے بہتر اسے آفس آنا لگتا کہ یہاں اتنے سارے لوگ آتے جاتے کام میں مگن اسے کافی اچھے لگتے تھے اور فارغ بیٹھ کر بھی وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوتا کہ وہ دونوں ہی اس کی خبر گیری کرتے رہتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے ہی بہت زیادہ اہم تھی۔

"آئی ایم سوری سر! مجھے ذرا بھی اندازہ نہ تھا کہ میرے فادر کی ڈیتھ کا سن کر میڈم اس طرح ری ایکٹ کریں گی۔" ساری تفصیل جان کر پیار سے اس کو سمجھا کر فریش ہونے بھیجا تھا اور وہ جو شرمندگی کوئی غلطی نہ ہو کر بھی محسوس کر رہا تھا بولے بناء نہیں رہ سکا۔

"اٹس او کے، مسٹر اشہب، بس وقی ہی کچھ زیادہ ہی حساس ہے، پیرنٹس کی ڈیتھ کا سن کر وہ اسی طرح ری ایکٹ کرتی ہے کہ مما کی موت کو اتنے برس گزر جانے کے بعد بھی ذہن ودل سے قبول نہیں کر سکی۔" وہ کچھ اداس ہو گیا تھا کہ ماں کی کمی تو اس نے بھی بڑی مشکل سے برداشت کی اور کر رہا ہے۔

"آئی ایم سوری بھائی، میں بہت بری ہوں آپ کو بہت پریشان کرتی ہوں اور آج تو مسٹر اشہب کو بھی پریشان کر دیا۔" وہ بہن کو دیکھ کر چپ کر گیا تھا اور وہ بھائی کے برابر بیٹھی قدرے شرمندگی سے بولی تھی۔

"اٹس او کے مائی چائلڈ۔" گال تھپتھپایا تھا اور وہ جو اجازت طلب کرنے کو تھا اس نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا، ان نگاہوں میں کچھ ایسا ضرور تھا کہ پہلو میں موجود دل اپنے ہونے کا احساس دلا گیا تھا، اس نے ڈائریکٹ اس سے بھی سوری کر ڈالی وہ گڑبڑایا اور "اٹس او کے" کہہ دیا کہ

اس کے سوا بولنے کو کچھ تھا ہی کب۔

''مجھے گھر جانا ہے بھائی۔'' وہ اس کو دیکھنے کے بعد یزدان سے بولی تھی۔

''تمہاری گاڑی پرابلم کر رہی تھی میں نے کچھ دیر قبل ہی ڈرائیور کو ٹھیک کروانے کے لئے بھیجا ہے، آدھے گھنٹے بعد میری میٹنگ ہے میں بھی نہیں لے جا سکتا۔'' وہ قدرے پریشانی سے بولا تھا۔

''بٹ میں بیٹر فیل نہیں کر رہی، مجھے گھر جانا ہے۔'' وہ بولی تھی اور وہ کچھ سوچ کر اپنے روم سے نکلتے اشہب کو آواز دے گیا۔

''ڈرائیونگ آتی ہے آپ کو؟'' اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا کہ اس نے صوفے سے اٹھ کر ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھائی اور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

''مسٹر اشہب، آپ ایسا کیجئے، بقی کو گھر ڈراپ کر آئیں۔'' وہ الجھن کا شکار ہوا تھا اور وہ کھل اٹھی تھی کہ اس کے ساتھ سفر کرنے کا احساس ہی اس کے لئے خوش کن ہے۔

''آپ بھروسے کے لائق ہیں محض اس لئے، وگرنہ میں کافی محتاط پسند شخص ہوں۔'' اس کی الجھن محسوس کر کے کہا تھا اور اس نے نہ چار چابی لے لی تھی۔

''گڑیا آپ اشہب کے ساتھ چلی جاؤ، وزیٹر روم میں روبینہ موجود ہے، آپ اسے کال کر کے ساتھ لے جانا، غفور آپ کی گاڑی بعد میں گھر ہی لے آئے گا۔'' روبینہ غفور ڈرائیور کی بیوی تھی ڈرائیور کے لئے جب آج سے چھ سات سال قبل جب وہ نائنتھ میں تھی ڈرائیور تسے کے لئے ایڈ دیا تھا تو اس کی شادی شدہ ہونے کی شرط رکھی تھی اور جب سے غفور ہی اس کا ڈرائیور ہے وہ جہاں بھی جاتا ہوتا ہے غفور کے ساتھ ہی وقت بے وقت آتی جاتی ہے اور وہ اس کی بیوی روبینہ موجودگی کی وجہ سے بھی قسم کی اونچ نیچ کے خوف سے آزاد تھے اور اسی لئے اس نے بلا جھجک چابی اشہب کو تھما دی، حالانکہ وہ بریقہ کے معاملے میں بہت ہی کم کسی پر بھروسہ کرتے ہیں کہ۔

ان کے گھر کے چھ ملازم چھ کے چھ پڑھے لکھے ہیں کہ بہت سوچ بچار کے بعد انہیں جاب پر رکھا گیا تھا، یہ پانچویں سرونٹ کوارٹرز میں رہتے ہیں، کہ بریقہ کو باغبانی کا بہت شوق ہے، اس لئے روز پودوں کو وہ خود پانی دیتی ہے، کانٹ چھانٹ بھی خود ہی کرتی ہے، جو اس سے نہیں ہوتا وہ مالی بابا کو دیتے ہیں کوئی کام جو توجہ شوق و انہماک سے کرتی ہے تو وہ باغبانی ہی ہے وگرنہ باقی کسی کام سے اسے دلچسپی نہیں ہے، کوکنگ اس نے کبھی نہیں کی اس کے کام زیادہ تر روبینہ کے ہی سپرد ہیں، نازک مزاجی و سہل پسندی کا یہ عالم ہے کہ کبھی شو ریک سے اپنے جوتے اٹھا کر نہیں پہنے اس نے بہت شاہانہ طرز زندگی گزارا تھا اور گزار رہی ہے۔

''ٹھیک ہے بھائی، اللہ حافظ۔'' وہ صوفے سے اٹھی اور باہر کی طرف بڑھی تھی پھر کچھ سوچ کر جانے کیا اس کے دل میں سمائی وہ یزدان تک آئی۔

''آئی لو یو بھائی۔'' ہاتھ تھام کر نہایت جوش سے بولتی وہ اس کو بہت معصوم لگی تھی کہ یہ اس کا مخصوص انداز تھا خوش ہوتی تو یونہی پیار کا اظہار کرتی تھی جبکہ اس نے قدرے اچنبھے سے اسے دیکھا تھا کہ بائیس سال کی بالغ لڑکی کسی چھوٹی بچی کی طرح معصوم لگی تھی۔

''لو یو ٹو، مائی سویٹ ہارٹ۔'' نرمی سے اس کا گال تھپکا تھا اور اسے چھوڑنے وہ خود باہر تک آیا، بیک ڈور اس کے لئے اوپن کیا اور اس کے بیٹھتے ہی روبینہ سے بولا۔



''گھر پہنچ کر فون کر دینا اور بقی نے لنچ نہیں کیا ہے، دیکھ لینا کہ وہ کھانا کر سوئے، کھائے بغیر نہیں۔'' وہ سر ہلاتی فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی تھی۔

''آپ روز بس سے آتے ہیں؟'' کچھ دیر بعد وہ حیرت و بے یقینی سے بولی تھی اور وہ طنزیہ مسکرا دیا تھا کہ چلو آج تو بس کی سواری نصیب ہے وگرنہ باپ کی موت کے بعد وہ وقت بھی دیکھا تھا کہ اپنے گھر سے انٹرویو کے لئے پیدل ہی چل پڑتا تھا کہ کرائے کے پیسے نہیں ہوتے تھے۔

''آپ رہتے کہاں ہیں؟'' اس نے نیا سوال کیا تھا جواب دینا اس کی مجبوری تھی۔

''اورنگی ٹاؤن''

''یہ کہاں پر ہے؟'' اس کے بتائے ہوئے مقام کو زیر لب کہتی اشتیاق سے پوچھ رہی تھی اور وہ کچھ نہیں بولا تھا کہ کلفٹن کی رہائشی اس امیر زادی کو وہ بتاتا بھی تو کیا؟ اور وہ اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر جو بولی وہ اس کے لئے حیرانگی و بے یقینی کا باعث بنا، گاڑی ڈگمگا گیا، اس نے بمشکل سے ہی سہی گاڑی قابو کر لی تھی، مگر وہ افسردگی سے بولی تھی۔

''آپ مجھے اپنے گھر نہیں لے جا سکتے؟'' اس کی خاموشی سے اس نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔

''نہیں ایسی تو بات نہیں ہے۔'' وہ مزید گڑبڑایا تھا۔

''یعنی آپ مجھے اپنے گھر لے کر جائیں گے۔'' وہ خوش ہوئی تھی اس نے بیک مرر سے اسے دیکھا وہ کافی پرجوش تھی۔

''جی۔'' ایک لفظ کہہ کر جان چھڑانا چاہی تھی لیکن وہ تو جیسے اس کے پیچھے ہی پڑ گئی تھی۔

''ہم ابھی آپ کے گھر چلتے ہیں۔'' وہ پریشان اور روبینہ حیران ہو گئی تھی۔

''ابھی کیسے جا سکتے ہیں؟ سر نے مجھے آپ کو گھر ڈراپ کرنے کو کہا ہے اور مجھے آفس واپس......''

''میں بھائی سے کہہ دوں گی، آپ آفس کی فکر نہ کریں۔'' وہ بات کاٹ گئی تھی۔

''آپ میرے گھر کیوں جانا چاہتی ہیں؟'' وہ جھنجھلا گیا تھا اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو دماغ ٹھکانے لگا چکا ہوتا۔

''ویسے ہی، کیا آپ کو یا آپ کی مدر کو میرا آپ کے گھر جانا اچھا نہیں لگے گا؟'' وہ افسردگی سے بولی تھی اور اس نے لب بھینچ لئے پھر کچھ سوچ کر بولا۔

''اصل میں میری مدر اپنی سسٹر کے گھر گئی ہوئی ہیں، بس اس لئے میں آپ کو ساتھ لے نہیں لے جا سکتا آپ ایسے وقت چلیں جب اماں گھر پر ہوں تو اماں کو آپ سے مل کر اچھا لگے گا۔'' بچاؤ کا کوئی راستہ نہ پا کر جھوٹ کا سہارا لیا تھا اور وہ اس پر ہی خوش ہو گئی تھی کہ اشہب کی مدر اس سے مل کر خوش ہوں گی، ابھی وہ کچھ کہتی کہ اس کا سیل بجا تھا۔

''ہیلو، واٹ کون سے ہاسپٹل میں؟'' بریقہ کی بچپن کی دوست فاطمہ کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا اور فاطمہ کی مدر نے یہی بتانے کو فون کیا تھا۔

''آنٹی فاطمہ ٹھیک ہے نہ؟'' وہ بری رح رو رہی تھی اور انہوں نے کہا تھا کہ اس کی حالت کافی خراب ہے، اس نے کانپتے لہجے میں اس سے لیاقت نیشنل چلنے کو کہا تھا۔

''بی بی آپ روئیں نہیں۔'' اس کا بچوں کی طرح بلکنا اشہب پر گراں گزر رہا تھا جبکہ وہ پریشانی سے بول رہی تھی۔

''آپا، وہ فاطمہ، وہ ٹھیک نہیں ہے، آنٹی کہہ رہی تھیں......'' آگے اس سے بولا ہی نہیں گیا وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے روئے جا رہی تھی اس نے پریشانی سے روبینہ کو دیکھا، جو اپنے سیل سے کسی کا نمبر ملا رہی ہے، دوسری بیل پر کال رسیو ہوئی تھی۔

''اوکے، روبینہ میں اس وقت بزی ہوں۔'' اس کو معلوم تھا کہ پہنچنے کی اطلاع دینے کو فون کیا ہوگا اس لئے کال رسیو کرتے ہی کہا تھا لائن کٹ کرتا کہ اس نے پریشانی سے ساری بات بتا دی تھی۔

''چھوٹے صاحب، بی بی بہت رو رہی ہیں اور ہاسپٹل جانے کا کہہ رہی ہیں۔'' اس نے ساری بات بتائی۔

''میری بات کرواؤ جی سے۔'' وہ پریشانی سے بولا، میٹنگ کینسل کی اور روم سے نکلا۔

''جی میری جان اس طرح مت رو، فاطمہ ٹھیک ہے۔'' وہ موبائل کان سے لگائے ایک لفظ نہیں بولی تھی اور اس کی سسکیاں وہ پارکنگ کی طرف بڑھا کہ خیال آیا کہ گاڑی تو ہے نہیں، ریسپشن پر کھڑی لڑکی کو باپ کے پاس سے چابی لانے کو دوڑایا۔

''نہیں وہ ٹھیک نہیں ہے، آنٹی بہت رو رہی تھیں۔'' سسکتے ہوئے بولی تھی۔

''آئی ایم سوری بھائی، میں فاطمہ کو مما کی طرح کھونا نہیں چاہتی، آپ آ جائیں پلیز، بھائی آپ آ جائیں۔''

وہ ریش ڈرائیونگ کرتا پہنچا جب تک سب کچھ ختم ہو گیا تھا کہ اس کی اکلوتی بیسٹ فرینڈ زخموں کی تاب نہ لا کر انتقال کر گئی تھی وہ فاطمہ کی مما کے سینے سے لگے بہت بری طرح رو رہی تھی، وہ جوان بیٹی کی موت پر نڈھال تھیں اس کا رونا تڑپنا، ان کی تکلیف بڑھانے لگا کہ وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہی تھی، یزدان آفندی کو دیکھ کر اشہب وروبینہ نے سکھ کا سانس لیا۔

''جی۔'' وہ بھائی کی آواز پر اس سے الگ ہوئی اور بھائی سے آ لگی۔

''بھائی، فاطمہ...... وہ نہیں رہی بھائی، مما کی طرح نہیں رہی، مما کی طرح چھوڑ گئی مجھے۔'' وہ سسکتے فریاد کرتے ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئی تھی، فاطمہ اس کے لئے بہت اہم تھی، اس کی واحد غمگسار، دوست جس سے وہ اپنی ہر بات کر لیتی تھی، اس کی اچانک موت نے اسے اندر تک توڑ ڈالا تھا، بیماری بھی طویل ہو گئی اور وہ محض اپنے کمرے کی ہو کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

''میری جان اس کی اتنی ہی زندگی تھی، تمہارے رونے سے وہ نہیں آئے گی، جو چلے جاتے ہیں ان کے لئے مغفرت کی دعا طلب کرنا چاہیے کہ ایسے رونے سے تو کچھ نہیں ہوتا، جانے والے آتے نہیں ہیں۔'' وہ اس کو سمجھا سمجھا کر تھک گیا تھا مگر اس کا کہاں اپنے آنسوؤں پر بس چلتا ہے۔

''تم پورے ایک ماہ سے آفس بھی نہیں آئی ہو، سب تمہیں کتنا مس کر رہے ہیں۔'' اس نے ذہن بٹانے کو موضوع ہی بدل ڈالا۔

''آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟'' وہ بے خیالی سے بولی تھی۔

''سب کی پورا اسٹاف میں اور ڈیڈی تمہیں مس کر رہے ہیں، تمہاری کمی محسوس کی ہے ہم سب نے، یار تمہارے عادی ہو گئے ہیں، اس لئے رونا دھونا بند اور کل سے تم دوبارہ آفس آ رہی ہو اور ابھی اٹھو فریش ہو، ہم گھومنے جا رہے ہیں۔'' وہ راضی نہیں تھی مگر اس نے منا کر ہی دم لیا تھا کہ تین دن بعد اس کی سالگرہ ہے اسی کے لئے اسے شاپنگ کروانی ہے کہ وہ ہمیشہ کی طرح سرپرائز پارٹی دینے والے ہیں، اس کی برتھ ڈے پارٹی وہ ہمیشہ شاندار ارینج کرتے ہیں جبکہ ہوتے صرف باپ بیٹا گھر کے ملازم اور فاطمہ اور وہ خود تھی اور اس دفعہ فاطمہ بھی نہیں ہوگی۔

☆☆☆

''کیسی ہیں آپ؟'' وہ اسے پورے ایک ماہ تین دن بعد دیکھ رہا تھا، ہمیشہ کی طرح فریش تو نہیں لگی مگر اسے دیکھ کر اس کو کچھ اطمینان سا ملا تھا نہ جانے کیوں؟

''ٹھیک ہوں، آپ نے مجھے مس کیا تھا؟'' وہ اس کے خوبرو چہرے کو دیکھ کر پوچھتی اس کو گڑبڑا گئی کہ اس کے ساتھ یزدان آفندی بھی موجود ہے اس نے بے اختیار یزدان کی طرف دیکھا تھا اور اس نے مثبت جواب دینے کا اسے اشارہ کیا تو وہ الجھتا کہہ گیا۔

''جی، سب ہی آپ کو مس کر رہے تھے میڈم!'' اس کو سب سے کچھ لینا دینا نہیں تھا وہ اس کے اقرار پر خوش ہو گئی پل کی پل اس نے اس کی جگمگا اٹھنے والی آنکھوں سے نگاہ چرائی تھی۔

''تم اپنے روم میں جاؤ۔'' وہ سر ہلاتی وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

''ڈیٹا فائنل ہو گیا اشہب؟'' وہ یزدان کی بات پر چونکا اور پوری توجہ سے اس سے ساری تفصیل ڈسکس کرنے لگا۔

''اوکے ویلڈن۔'' وہ اس کے کام سے کافی مطمئن ہے اور وہ تھینکس کہہ کر اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

''مے آئی کم ان سر؟'' اجازت پاتے ہی وہ یزدان کے روم میں داخل ہو گیا۔

''سر! میری مدر کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے مجھے ہاف لیو......''

''آپ جی سے جا کر بات کر لو، لیکن کہیں جانے کا کہہ دینا اپنی مدر کی خرابی طبیعت کا بتاؤ گے تو وہ اپ سیٹ ہو جائے گی۔'' وہ سر ہلاتا اس کے روم سے نکل گیا، اس نے ایسا کرنے کو محض اس لئے کہا کہ رابعہ نے ایک دفعہ اس سے پوچھ کر ہاف لیو لی تھی تو وہ کافی ناراض ہوئی تھی کہ باس وہ ہے تو پرمیشن بھی اسی سے لی جاتی، یزدان نے اس وقت تو اسے کول ڈاؤن کر دیا تھا اور اس کے اپائنٹ کیے ورکرز اس کے فیصلوں کا محتاج کر دیا تھا، کوئی اس کو بتائے بغیر اس کے بعد چھٹی نہیں کرتا، ان تینوں کو یہ سب پتہ تھا مگر آج اسے بھی پتہ چل گیا تھا، جبکہ ان چاروں کو سیلری بھی وہ ہی دیتی تھی۔

''بیٹھ کر بات کر لیجئے۔'' وہ کھڑے کھڑے ہی لوٹ جانا چاہ رہا تھا کیونکہ وہ منہ دھو کر آئی اور ناول اس کے ہاتھ میں ہے اور دوپٹہ راکنگ چیئر پر رکھا تھا، اس کے قیامت خیز سراپے سے اس نے بڑی مشکل سے نگاہ چرائی تھی اور وہ اس کی کیفیت سے انجان ناول صوفے پر اچھالتی، اپنی چیئر پر آ بیٹھی۔

''جی کہیے۔'' وہ اس کی طرف متوجہ تھی مگر اس نے بمشکل اپنا مدعا سامنے رکھا تھا۔

''آپ جائیں گے کیسے؟'' وہ اس کو دیکھ رہی تھی۔

''جیسے روز جاتا ہوں میڈم۔'' وہ کھڑا ہو گیا کہ نگاہ کے سامنے ہی وہ حشر سے سراپے سنگ موجود تھی۔

''ابھی میں نے آپ کو جانے کی اجازت نہیں دی۔'' اس کے اٹھتے قدم رکے مگر پلٹا

نہیں۔

''آپ مجھ سے اتنا بھاگتے کیوں ہیں؟ کیا میں آپ کو اچھی نہیں لگتی۔'' بہت بڑی بات اس نے نہایت آرام سے پوچھ لی تھی، وہ پلٹا اور اسے دیکھا جو چیئر سے اٹھ کر اس تک آ گئی تھی، گلابی کپڑوں میں ادھ کھلی گلاب کی کلی ہی تو لگی، اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں بے قراری وا لجھن سی تیر رہی تھی۔

''آپ کی غلط فہمی ہے کہ میں آپ سے بھاگتا ہوں، بس آپ کے اور اپنے رتبے کا ہر لحاظ خیال رہتا ہے، آپ یہ بتائیے کہ میں جلدی چلا جاؤں یا ٹائم پر ہی جا سکتا ہوں۔'' اب کے وہ خود اعتمادی سے بولا تھا کہ نفس کے بے لگام گھوڑے کو لگام ڈالنے کے ہنر سے واقف تھا۔

''آپ کی لیو اپروو ہو چکی ہے بس آپ کچھ دیر ٹھہریئے۔'' وہ مسکرا کر بولی اور سیل فون اٹھا کر یزدان کو کال کی۔

''بھائی کیا میں اپنی گاڑی اشہب کو دے سکتی ہوں؟'' وہ حیرانگی سے اس کی پشت دیکھ رہا تھا۔

''نہیں وجہ کوئی خاص نہیں ہے، بٹ وہ بس میں آتے ہیں نہ تو، میں نے سوچا کہ ان کے پاس اپنی گاڑی ہونی چاہیے، اس لئے میں نے سوچا کہ اشہب کو اپنی گاڑی دے دیتی ہوں، لاسٹ منتھ بخاری انکل کی پروموشن ہوئی تھی تو ڈیڈی نے انہیں اپنی گاڑی گفٹ کر دی تھی نہ بس اس لئے، آپ کو اعتراض ہے تو......''

''نہیں میری جان تم اشہب کی پروموشن کرنا چاہتی ہو تو میں کیسے اعتراض کر سکتا ہوں، یار باس ہو تم اس کی دے دو اپنی گاڑی، ہم شام میں شو روم جا کر تمہارے لئے نیو کار لے لیں گے۔'' وہ جو لمحہ بھر کو ٹھٹکا تھا اس کی وضاحت پر مطمئن ہو گیا تھا اور شرارت سے پر لہجے میں مزید بولا کہ

''بخاری کو ڈیڈی نے فرنشڈ فلیٹ بھی ساتھ ہی گفٹ کیا ہے اور سیلری بڑھائی ہے۔''

''آپ ڈیڈی سے کہہ کر اشہب کے لئے فلیٹ کا انتظام کروا دیں رہ گئی سیلری وہ میں خو بڑھا دوں گی۔'' وہ ادائے بے نیازی سے بولی تھی۔

''تمہیں ڈیڈی آفس سے نکالنے والے ہیں۔'' وہ ہنسا تھا۔

''جی نہیں اتنے سے فلیٹ اور گاڑی کے لئے ڈیڈی مجھے آفس سے نہیں نکال سکتے، فلیٹ اور گاڑی مجھ سے بڑھ کر تو نہیں سکتی۔''

''ہاں بابا تم کہو تو سارے ورکرز کی تنخواہوں میں بونس کے ساتھ اضافہ کر دیتے ہیں۔'' اس نے اس کا مان بڑھایا تھا۔

''آئیڈیا اچھا ہے، بعد میں اس پر بات کریں گے، اس وقت اشہب ویٹ کر رہے ہیں کہ انہیں کہیں کام سے جانا ہے، ہاف لیو لی ہے مجھ سے۔'' اس نے ہنستے ہوئے فون بند کیا تھا اور گاڑی کی چابی اس کی طرف بڑھائی تھی۔

''آپ کی پروموشن ہو گئی ہے، کل آپ کو فلیٹ کی چابی مل جائیں گی۔''

''لیکن مجھے اس سب کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ تلخ ہوا تھا کہ اس کی مہربانیاں اس کی سمجھ سے باہر تھیں۔

''بات آپ کی ضرورت کی نہیں میری مرضی کی ہے۔'' وہ کہاں انکار سننے کی عادی تھی فوراً ہی برا مان گئی تھی۔

''میں لیکن آپ کی مرضی کا محتاج نہیں ہوں آپ کے پاس جاب کرتا ہوں، خود کو گروی نہیں رکھا۔'' اس کا بھی غصہ عود کر آیا اور وہ کڑوے لہجے میں کہہ کر رکا نہیں اسے ششدر چھوڑ وہاں سے



نکلتا چلا گیا اور وہ اتنی اہانت پر سلگ ہی تو اٹھی کہ اتنی سختی سے انکار تو اس کی کسی بے جا ضد پر بھی اس کے باپ بھائی نے نہیں کیا ہو گا اور کہاں وہ اس کا ملازم اس کی انسلٹ کر گیا، اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔

''وہ خود کو سمجھتا کیا ہے بھائی؟ اس نے میری انسلٹ کی......''

''کس کی بات کر رہی ہو، کچھ بتاؤ تو سہی۔'' یزدان کو بے وقت کی راگنی بہت کھلی تھی اور اس نے روتے ہوئے تفصیل بتائی تھی۔

''ڈونٹ وری بچی، میں بات کروں گا اس سے۔''

''نہیں آپ بات نہیں کریں گے، میں اشہب کو جاب سے نکال دوں گی۔'' وہ ضدی لہجے میں بولی، آنسو رگڑے اور آفس سے نکل آئی، وہ سر جھٹک کر کام میں لگ گیا تھا، دوسرے دن وہ آفس ہی نہیں آیا کہ اس کی مدر کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی۔

تیسرے دن اس کی برتھ ڈے تھی، یاد نہ تھا اسے مگر آفس آنے کا موڈ نہ ہوا تو گھر پر ہی تھی، کسلمندی سے بستر پر پڑی تھی کہ روبینہ نے اشہب کے آنے کی اطلاع دی تھی۔

''میرا کسی سے بھی بات کرنے کا موڈ نہیں ہے۔'' اس نے بے زاری سے کہا تھا، روبینہ نے آ کر اشہب سے وہی کہا تھا جو اس نے بولا تھا۔

''میرا میڈم سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔'' اشہب نے بے بسی سے کہا تھا اور اس کا مضمحل انداز دیکھ کر وہ دوبارہ بریقہ کے پاس چلی آئی اس کے باوجود کہ اسے ڈانٹ کی سو فیصدی توقع تھی، اشہب کو ماں کے علاج کے لئے پیسوں کی ضرورت تھی، آفس گیا تھا وہ وہاں نہیں تھی مگر یزدان نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ ایڈوانس سیلری کی بات اس سے ہی کرے اور مشہود کے مشورے پر وہ بریقہ ولاز چلا آیا کہ مشہود کو بریقہ نے اپائنٹ کیا تھا اور وہ اس کی کافی مدد کرتی رہتی تھی، یہ سب اسے اچھا تو نہیں لگا تھا بٹ مجبوری میں تو حرام بھی حلال ہو جاتا ہے اور وہ تو محض انا خودداری کو اپنے ہی پیروں تلے روند کر آیا تھا اور بس۔

''بی بی آپ اس سے مل لیں، وہ کچھ پریشان لگ رہا ہے۔'' لفظ پریشان پر وہ خود پریشان ہو گئی تھی کہ اس نے جاب سے نکال دینے کا کہہ تو دیا تھا مگر عمل کی راہ میں دل رکاوٹ بن رہا تھا، تبھی تو کل اس کے غائب ہو جانے پر شدید غصہ تھا، کل آفس میں زیادہ ٹھہری نہ تھی اور آج تو گئی ہی نہیں، اسے یہی بلا لانے کا کہا اور بیڈ سے اٹھ گئی کہ آج اس نے بریک فاسٹ نہیں کیا، جوس کمرے میں ہی منگوا لیا تھا، چینج کر کے آئی تو وہ کھلے دروازے کے باہر کھڑا تھا۔

''آ جایئے اشہب۔'' وہ اندر آ گیا، وہ دوپٹہ شانوں پر ڈالتی بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی اور اسے صوفے پر بیٹھ جانے کو کہہ دیا جبکہ بڑھی ہوئی شیو اور سرخ آنکھوں کے ساتھ وہ اسے بے حد پریشان لگا تھا۔

''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' اس کی پریشانی لفظوں کی صورت ادا ہو رہی تھی۔

''جی میڈم۔'' اتنا ہی بولا تھا اور ایڈوانس طلب کرنے کے لئے لفظ جوڑنے لگا، تب اس نے خود ہی آنے کا سبب دریافت کر لیا۔

''آپ گھر آئے کیا بہت ضروری بات کرنی تھی؟''

''نہیں...... جی...... وہ میڈم...... مجھے ایڈوانس سیلری کی ضرورت تھی۔'' اس نے جھجکتے، اٹکتے کہہ ہی دیا تھا۔

''اتنی سی بات تھی، آپ فون پر کہہ دیتے، منیجر صاحب آپ کو بے منٹ کر دیتے۔'' وہ بہت غصہ میں تھی، مگر اس کو دیکھ کر غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

''جی مجھے خیال نہیں آیا۔'' اس نے کہا تھا جب کہ اس نے اٹھ کر دراز کھولی تھی، ہزاروں روپیہ جس میں یونہی پڑا رہتا تھا، اس نے روبینہ کو بلوالیا۔

''میں آپ سے شدید ناراض تھی، آپ اس دن چابی لئے بغیر چلے گئے، آپ کے انداز سے میں ہرٹ ہوئی تھی اور مجھے اپنی انسلٹ بھی فیل ہوئی تھی، آپ گاڑی لینے پر کیوں معترض ہیں؟ پروموشن تو جاب کا حصہ ہوتی ہے۔'' وہ روبینہ کو ہدایت دیتی اس سے بولی تھی۔

''میرا مقصد آپ کی انسلٹ کرنا نہیں تھا، آئی ایم سوری۔'' اسے اپنی اور اس کی حیثیت کا مزید اندازہ ہو گیا تھا۔

''آپ سوری مت کریں، میرا مقصد یہ نہیں تھا، میں ہرٹ ہوئی تھی اس لئے کہا، آپ ہمارے آفس میں کام کرتے ہیں، لیکن ہم خود کو آپ سے اس وجہ سے سپریئر نہیں سمجھتے، بلیو کریں، آپ کو جو بھی دے رہے ہیں وہ آپ کا حق ہے، میں جانتی ہوں کہ آپ نام کو میرے انڈر میں کام کر رہے ہیں، آپ بھائی کے انڈر میں کام کرتے ہیں، وہ آپ کے کام سے مطمئن ہیں، وہ آپ کے کام کی تعریف کر رہے تھے، پہلے پروموشن کی بات انہوں نے ہی کی تھی۔'' وہ سادگی وسچائی سے بول رہی تھی اس کے بولنے کی گنجائش تو پہلے بھی نہ تھی اب تو بالکل ہی ختم ہو گئی ہے۔

''پی پی چالیس ہزار ہیں۔'' پیسے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے روبینہ نے کہا تھا۔

''تھینکس، اشہب کے لئے چائے لے آیئے۔'' اسے جانے کو کہا تھا۔

''نو تھینکس، میڈم مجھے جلدی ہے۔'' چائے پینے کے لئے معذرت کر لی تھی۔

''آپ فرسٹ ٹائم آئے ہیں، اس لئے ہی تو جانے نہیں دیا جا سکتا۔'' پیسے اس نے رائٹنگ ٹیبل پر ڈھونڈنے کے بعد ایک لفافے میں ڈال کر اس کی طرف بڑھائے تھے، لفافے پر لکھی عبارت پر اس کی نگاہ پھسلی تھی۔

''ٹو مائی سویٹ ہارٹ لٹل سی جی، فرام یزدان آفندی۔'' اس نے لفافہ شکریے کے ساتھ تھام لیا تھا۔

''تھینکس اشہب، یہ آپ کی محنت کا ہی صلہ ہے۔'' وہ مسکرائی تھی۔

''بٹ میڈم میری سیلری بیس ہزار ہے اور یہ فورٹی......''

''ون منتھ کی سیلری آپ کو ایڈوانس دی ہے، مائنڈ نہ کریں تو پوچھ سکتی ہوں کہ اچانک آپ کو پیسوں کی ضرورت کیوں پڑی؟ سب ٹھیک تو ہے؟'' اور اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی ماں کی طبیعت کا بتا دیا تھا۔

''آپ کی مدر کو کچھ نہیں ہوگا، میں ان کی صحت کے لئے دعا کروں گی اور آپ اب جایئے کہ آپ کی مدر کو آپ کی ضرورت ہو گی، خدا حافظ'' وہ اس کے بے اختیاری میں دیکھنے لگا، وہ نہ جانے کیوں اسے کچھ خاص سی لگتی تھی اور اس کی جھیل سی آنکھوں میں دیکھو تو سینے میں موجود دل اپنے ہونے کا احساس دلانے لگتا تھا، اس کے دیکھنے پر اس کے چہرے کی گلابیاں سرخیوں میں ڈھلنے لگیں، پلکیں لرزنے لگیں اور اس کی بدلتی کیفیت اس پر یا خود اس پر اندازہ ہوتی وہ پلٹا اور اللہ حافظ کہتا وہاں سے نکل گیا اور وہ پیچھے اپنی دھڑکنوں کو شمار کرتے رہ گئی۔

''مجھے اپنی فیلنگز بھائی سے شیئر کرنے ہی ہوں گی۔'' مسکرا کر سوچا اور مطمئن ہو گئی۔

☆☆☆

''ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔'' ان دونوں نے اسے باری باری وش کیا تھا۔

''میں ہر سال کی طرح آج بھی بھول گئی تھی۔'' وہ باپ کے کاندھے سے لگی مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ہماری ننھی گڑیا کی یادداشت بھی ننھی سی ہے۔'' سلطان آفندی نے مسکرانے میں بیٹی کا ساتھ دیا تھا، وہ خفگی تھی یزدان آفندی کا قہقہہ وہ خجل ہو گئی تھی اور اسی چھیڑ چھاڑ میں اس نے کیک کاٹا تھا کہ یکدم وہ رو پڑی تو وہ دونوں ہی پریشان ہو گئے، اسے فاطمہ یاد آ گئی تھی، اسے بہت مشکل سے ان لوگوں نے فاطمہ کے موضوع سے ہٹایا تھا۔

''یار، ڈیڈی کر لوں گا نہ شادی جلدی کیا ہے؟'' سلطان آفندی نے جان کر بیٹے کی شادی کا موضوع چھیڑ دیا تھا۔

''اور سنوان صاحب بہادر کی اٹھائیس برس کے ہو گئے ہیں صاحب اور شادی کے لئے یہ عمر بھی کم لگتی ہے۔'' انہوں نے بیٹے کو گھورا تھا اور وہ باپ کے انداز پر جہاں خجل ہوا تھا وہ ہنس دی تھی، وہ سخت مزاج کے بندے تھے لیکن دونوں بچوں کے لئے ہمیشہ نرم سایہ دار چھایا ہی ثابت ہوئے، تینوں میں گہری دوستی تھی اور اس کا کریڈٹ سلطان آفندی کو جاتا تھا کہ انہوں نے بچوں کو اچھا دوستانہ ماحول فراہم کیا۔

''بھائی ڈیڈی ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں، آپ بس اب شادی کر ہی لیں، مجھے بھی کسی فرینڈ کی ضرورت ہے۔''

''بھابھی فرینڈ نہیں جان کا عذاب ہوئی ہے۔'' وہ مسکرایا تھا۔

''وہ آتے ہی تمہیں یہاں سے رفو چکر کرے گی۔''

''بھائی اب ایسی بھی بات ہیں ہے، اب ہر انسان تو برا نہیں ہوتا اور جب آپ اور ڈیڈی میرے ساتھ ہیں تو کوئی بھی مجھے کسی بھی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔'' وہ باپ کے کندھے سے لگی لاڈ سے بولی تھی۔

''ہاں بھئی ہماری جی نے بالکل ٹھیک کہا، بھابھی نئی ہو گی نہ، تم تو نہیں، تم اس بھابھی کو جان کا عذاب نہیں دوست بننے میں مدد کرنا، سمپل۔'' انہوں نے خوب ہی بیٹے کی کھنچائی کی تھی۔

''اسی لئے تو میں شادی نہیں کر رہا، وہ بے چاری آئی نہیں ہے اور بیر باندھ بھی لیا ہے آپ دونوں باپ بیٹی نے۔'' وہ مصنوعی خفگی سے بولا تھا وہ۔

''او......او۔'' کرنے لگی تھی۔

''یار بچوں مذاق برطرف، سیریس ہو جاؤ کہ میں بس واقعی اب یزدان کی شادی کر دینا چاہتا ہوں، تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو فوراً بتا دو۔''

''اتنی خاص تو کوئی کبھی لگی ہی نہیں ڈیڈی۔''

''صنوبر کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' انہوں نے جگری یار کی اکلوتی بیٹی کا نام لیا تھا، یزدان سے پہلے وہ بول پڑی۔

''وہ مجھے اچھی نہیں لگتیں۔'' اس نے منہ بنایا تھا، باپ بیٹا ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

''کیوں اچھی نہیں لگتی، خوبصورت اسمارٹ پڑھی لکھی۔''

''انکا ایٹی ٹیوڈ مجھے نہیں پسند، کتنا بن ٹھن

کے بولتی ہیں، ڈریسنگ بھی ایکدم فضول کرتی ہیں، میں نے صنوبر آپی کو قمیض شلوار پہنے تو کبھی دیکھا ہی نہیں۔'' وہ ناپسندیدگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈال رہی تھی۔

''ڈیڈی! صنوبر تو مجھے بھی پسند نہیں، بٹ آپ بے فکر رہیں آج سے میں نے لڑکیوں کو نظر میں رکھنا ہے، جیسے ہی کوئی اچھی لگی بتا دوں گا، وگرنہ آپ اپنے سرکل میں سے ڈھونڈ ڈھانڈ کر کوئی لے ہی آیئے گا۔'' اس نے بالآخر شادی کے لئے ارادہ ظاہر کر ہی دیا۔

''ویسے میں تو کہوں گا، آپ جی کے لئے کوئی لڑکا دیکھیں، اس کی......''

''مجھے نہیں کرنی شادی۔'' وہ تھی، کال آنے لگی تو سلطان آفندی معذرت کرتے اٹھ گئے۔

''کیوں نہیں کرنی شادی؟''

''بس نہیں کرنی۔'' وہ انگلیاں چٹخانے لگی وہ اس کو غور سے دیکھ رہا تھا، وہ کچھ کہنے نہ کہنے کی الجھن میں لگی۔

''کیا بات ہے میری جان کچھ کہنا ہے؟'' اس نے چونک کر بھائی کو دیکھا اس کے خوبرو ڈیسنٹ چہرے پر نرم سا تاثر بکھرا تھا جو محض اس کے لئے مخصوص ہے۔

''وہ..... بھائی..... آئی.....'' ہر بات اس سے بلا جھجک کہنے والی جھجک گئی تھی کہ بات ہی کچھ ایسی تھی اس نے حیرانگی سے اسے دیکھا سمجھ نہ سکا، جبکہ وہ اٹھی سنگل صوفے پر بیٹھے یزدان کے پاس رکی۔

''آئی لو یو بھائی۔'' اپنے مخصوص انداز میں اس کے گال پر پیار کرتی وہاں سے بھاگ لی تھی اور آج وہ اس کی اس معصوم ادا پر مسکرا نہ سکا کہ اس کا ذہن الجھ گیا تھا، ذہن میں کچھ گردش کرنے لگا ہے کہ اس کا گزرے تین ماہ کا بی ہیویر بھی اسے بارہا چونکا گیا تھا۔

''کیا ہوا برخوردار ایسے کیوں بیٹھے ہو؟'' سلطان آفندی اس کو سوچتا پا کر اس تک آئے۔

''میں جی کو سوچ رہا تھا آئی مین ڈیڈی، میں چاہتا ہوں کہ اس کی شادی کر دی جائے۔'' وہ انہیں حیران کر گیا۔

''قبل از وقت نہیں لگ رہی تمہیں یہ بات؟''

''نہیں ڈیڈی، آج جی کی تیسویں سالگرہ منائی ہے، شادی کا سوچیں تو قبل از وقت تو نہیں ہوگا۔''

''یہ سوچنے کی خاص وجہ؟'' وہ بیٹے کو جانچتی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

''اصل میں ڈیڈی جی بہت زیادہ حساس ہے، تنہائی و اکیلے پن سے بھاگنے کے لئے ہی تو اس نے آفس جوائن کیا، اس سب کا کیا فائدہ تنہا ہی و اکیلا پن تو اب بھی برقرار ہے، شادی ہوگئی تو لائف ایکدم چینج ہو جائے گی، شوہر اور بچوں میں لگ کر تنہائی کے حصار سے نکل جائے گی۔'' اس نے درست سمت کی جانب نشاندہی کی تھی۔

''یس یو آر رائٹ، لیکن آس پاس تو ایسا کوئی لڑکا ہی نہیں ہے جس کے متعلق سوچا جا سکے، پرپوزل تو بہت ہیں نظر میں، کچھ نے تو کہہ بھی رکھا ہے، مگر میں نے اس نہج پر سوچا ہی نہیں تھا کہ جی مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ اتنی بڑی ہوگئی ہے، ٹھیک کہا کہ ہمارے سرکل میں لڑکے تو بہت ہیں، لیکن جی کی سوچ کے مطابق تو کوئی ایک بھی نہیں ہوگا، جی اموشنل لڑکی ہے اور ہمارے درمیان بزنس مائنڈڈ لوگ ہیں، ذرا سی بات پر ہم سے اختلاف ہو تو وہ بے سکون ہو جاتی ہے، الگ سوچ کے بندے کے ساتھ کیسے گزارہ کر پائے گی؟''



وہ بہن کی ذات و سوچ کا تجزیہ کرتا الجھن کا شکار تھا۔

''تمہاری مما ہوتیں تو وہ جی کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتیں تھیں، وہ ہم دونوں سے ہی اٹیچڈ ہے لیکن کچھ باتیں وہ یقیناً ہم سے نہیں کر پاتی۔'' انہوں نے انڈرسٹوڈ بات کی تھی۔

''آئی نو ڈیڈی، فاطمہ اس کے لئے بہت امپورٹنٹ تھی، فاطمہ کی کمپنی میں جتنی خوش ہوتی تھی اندازہ ہوگا آپ کو۔''

''ہاں اور اس لئے فی الحال جی کی نہیں اپنی شادی کا سوچو کہ تمہاری بیوی نہ صرف اس گھر کو جی کو بھی سنبھال لے گی، جی کی شخصیت میں ماں نہ ہونے کی وجہ سے جو کمی رہ گئی ہے وہ تمہاری بیوی ہی مکمل کر سکتی ہے۔'' اس کی سمجھ میں باپ کی بات آگئی تھی اور وہ شادی کے لئے مکمل حامی بھرتا ہی وہاں سے اٹھا تھا۔

☆☆☆

''جی! بتاؤ نہ کیا بات ہے، کیوں اتنا رو رہی ہو؟'' وہ جو رد بینہ کی ایک فون کال پر بھاگا آیا تھا اس کا رونا اس کی فکر بڑھا گیا تھا۔

''بھائی وہ انگیجڈ ہے بھائی...... وہ...... وہ کسی اور کا ہوا نہ بھائی تو میں مر جاؤں گی، آئی لو ہیز بھائی آئی لو ہیز۔'' وہ روتے سسکتے کہتے ہوئے اس کا وجود آندھیوں کی زد پر لے گئی جو کھٹکا و خدشہ تھا وہ حقیقت بن کر سامنے آگیا تھا۔

''تم کس کی بات کر رہی ہو؟''

''اشہب کی بھائی میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں اس لمحے سے بھائی جب اسے پہلی دفعہ دیکھا تھا۔'' وہ ہچکیاں لے رہی تھی اور اس کی حالت ایسی ہو رہی تھی کہ وہ نہ غیرت دکھا پا رہا ہے نہ غصہ، تکلیف سے اسے تکلیف میں دیکھ رہا ہے۔

''اشہب کی مدر کی طبیعت خراب تھی آج میں اشہب کے گھر ان کی عیادت کو گئی تھی، وہاں وہ بھی تھی بھائی، اشہب کی فیانسی، میں وہاں سے آ گئی، یہ مجھ سے برداشت ہی نہیں ہوا بھائی میں اشہب کے بغیر مر جاؤں گی بھائی، مما سے پیار کیا وہ چھوڑ گئیں، فاطمہ سے پیار کیا وہ بھی چھوڑ گئی، لیکن اب میں اشہب کو نہیں کھونا چاہتی۔'' وہ کہتے ہوئے اٹھی تھی، وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی لیکن قدم چکرانے کے سبب لڑکھڑائے تھے اور وہ اس کو زمین بوس ہوتے دیکھ کر اس کی طرف لپکا، سر زانو پر رکھا، گال تھپتھپایا کوئی جنبش نہ پا کر اسی وقت اسے ہاسپٹل لے گیا، گیارہ گھنٹے گزر گئے مگر اسے ہوش نہیں آیا کہ شدید قسم کے شاک کے سبب اس کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا۔

☆☆☆

''دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا یزدان اس کی اور ہماری حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔'' وہ بیٹے پر اتنے سخت لہجے میں پہلی دفعہ بگڑے تھے۔

''جانتا ہوں ڈیڈی، مگر اسی زمین کو جی سر کا تاج بنانا چاہتی ہے۔''

''ہاں تو وہ پاگل ہوگئی ہے تم تو پاگل مت بنو، اسے سمجھانے کی بجائے الٹا حمایت کر رہے ہو......'' وہ تڑختے لہجے میں اس کی بات کاٹ گئے تھے۔

''وہ سمجھنے کی حدود میں ہوتی تو ضرور سمجھاتا ڈیڈی۔'' وہ اب بھی نرمی سے ہی بولا ہی تھا۔

''ڈیڈی! جی، اشہب سے محبت کرتی ہے اور ہم محض اسٹیٹس کی خاطر جی کی خوشیاں داؤ پر نہیں لگا سکتے کہ اس شخص کو جی کی خوشیوں کے لئے اپنے اسٹیٹس تک باآسانی لایا جا سکتا ہے۔''

''واٹ ربش، یزدان یہ ناممکن ہے۔''

''ناممکن کو جی کی خوشیوں کے لئے ممکن بنانا ہوگا کہ ڈیڈی اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو جی کو کھو دیں گے۔'' وہ دکھی ہو گیا تھا۔

''ایک ماہ میں ہی جیسے اس کی ساری شادابی، ساری رونق ختم ہو گئی ہے، ڈیڈی بزنس برین سے کیا جاتا ہے لیکن رشتے تو اموشنز سے ہی بنتے ہیں، ہم نے ساری زندگی جی کو چاہا، اس کی ہر جائز و ناجائز ضد پوری کی، تو شادی اس کی پسند سے کیوں نہیں کر سکتے؟ محض اس لئے کہ وہ لڑکا غریب ہے، یہ تو سوچیں ڈیڈی کہ آپ ہمارے اسٹیٹس اور جی کی شان شایان لڑکے سے اس کی شادی کر دیں اور وہ خوش ہی نہ رہے تو اس سے بہتر یہ نہیں ہوگا کہ وہ اس غریب شخص کو پا کر خوشیاں حاصل کر لے اور ڈیڈی کیا وہ شخص غریب ہو سکتا ہے، جسے ہماری جی محبت کرتی ہے؟'' اس نے باپ کا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ میں لے رکھا تھا۔

''ڈیڈی! جی کے حصے کی جتنی جائیداد ہے اگر وہ کم ہے یا نہیں بھی ہے تو میں اپنے حصے کی تمام جائیداد جی کے نام کر دوں گا، لیکن کیا ہماری جی دولت پر مرنے والی ہے؟ وہ ہمارے دیئے گئے مہنگے گفٹس پر خوش نہیں ہوتی بھی، اس کی خوشی کا باعث بات یہ ہوتی ہے کہ وہ گفٹ اس کے ڈیڈی نے دیا ہے، اس کے بھائی نے دیا ہے اور جس کو ساری زندگی دیتے آئے کیا اس لئے کہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی چھین لیں؟ وہ خوشیوں کو ترسے۔''

''اللہ نہ کرے یزدان ہماری جی کو زندگی کی ہر خوشی و راحت ملے گی، آمین۔'' ان دونوں نے ہی صدق دل سے کہا تھا۔

''آئی ایم پراؤڈ آف یو مائی سن کہ تم نے جی کے لئے اتنا سوچا اس کو اہمیت دی اور مجھے بھی احساس دلایا۔'' فرط جذبات سے لبریز ہوتے وہ بیٹے کو سینے سے لگا گئے تھے۔

☆☆☆

''آئی ایم سوری سر، میں اپنی کزن سے انگیجڈ ہوں۔'' یزدان آفندی نے باپ کے ما... جانے کے دوسرے ہی دن اسے گھر بلا کر ڈائریکٹ اس سے شادی کی بات کی تھی۔

''اشہب ہم چاہتے ہیں کہ تم جی سے شادی کر لو۔'' وہ حیران ہی تو رہ گیا تھا پانچ منٹ خاموشی کی نظر ہو گئے یزدان نے اسے خود کو کمپوز کرنے کا موقع دیا تھا اور وہ بالآخر خود کو کمپوزڈ کر کے کہہ گیا تھا جو وہ پہلے سے جانتا ہے۔

''آئی نو اشہب، اور منگنی ختم بھی تو کی جا سکتی ہے۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہتا اس کی حیرانگی و بے یقینی کئی گناہ بڑھا گیا۔

''لیکن، میں منگنی ختم کیوں کروں گا؟ یہ رشتہ میری پسند سے جڑا ہے ختم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' ذہن و دل میں کچھ زبان سے کچھ ادا کر رہا ہے۔

''تمہاری بات اپنی جگہ ٹھیک ہے، لیکن جی تم سے محبت کر بیٹھی ہے۔'' وہ بے یقینی سے اس کو دیکھ رہا ہے۔

''اور جی کی خوشی کے لئے ہم کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں، یہ بات ہے تو غلط لیکن ہم بھی مجبور ہیں صرف اس لئے آپ کو منگنی ختم کرنے کہا ہے۔'' انہوں نے تفصیل سے اسے ساری صورتحال بتائی تھی کہ اس کے راضی ہوئے بغیر کچھ بھی ممکن ہو ہی نہیں سکتا۔

''دیکھو اشہب تم نے خود کہا تھا کہ تم اپنی منگیتر کو پسند کرتے ہو، لیکن جی تم سے محبت کرتی ہے پسند سے دستبرداری قبول کرنا آسان ہے لیکن محبت سے دستبرداری قبول کرنے میں عمر



مسافت کی کم پڑ جاتی ہے۔'' وہ ان کی کوششوں کے لئے دلائل دے کر اس کو قائل کر لینا چاہتا ہے۔

''میں نے میڈم کے لئے کبھی اس طرح نہیں سوچا، نہ سوچنا چاہوں گا حیثیتوں کا فرق سمجھتا ہوں اور اپنی انا و خودداری میں گروی نہیں رکھ سکتا، بات اگر میری نہیں کسی اور کی ہے تو مہوش مجھ سے محبت کرتی ہے مجھ پر کچھ ذمہ داریاں ان کو پورا کرنے تک اس نے انتظار قبول کیا ہے، میں نے میری ماں نے زبان دی ہے اور جس سے میں پھر نہیں سکتا ہوں۔'' وہ احساس جو اس نے کبھی مہوش کے لئے محسوس نہیں کیا تھا وہ بریقہ آفندی نے جگایا تھا، مگر وہ اپنی خوشی کے لئے مہوش کی خوشیاں داؤ پر لگا کر اس کا انتظار رائیگاں جانے نہیں دے سکتا، وہ یزدان کو مزید کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر وہاں سے نکل گیا، وہ الجھا پریشان بیٹھا تھا کہ وہ یہ تک محسوس نہیں کر سکا کہ وہ کب اس کے برابر آ بیٹھی وہ اس کی آواز پر چونکا تھا۔

''بھائی وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا، شادی بھی نہیں کرنا چاہتا تو آپ اسے فورس نہ کریں کہ میں اپنی خوشیوں کے لئے اشہب اور اس لڑکی کو دکھی کرنا کبھی نہیں چاہوں گی۔'' اس نے ان کی باتیں سن لی تھیں، وہ اس کو روتے دیکھ کر آج چاہ کر بھی چپ نہ کرا سکا، مگر چند ہی ماہ میں اس کی اجڑی حالت، ویران آنکھیں زرد چہرہ ان کا سارا سکون درہم برہم کر گیا، بیٹی کی اجڑی حالت برداشت نہ ہوئی تو خود اشہب سے بات کی مگر اس نے ان کو بھی انکار کہہ دیا اور وہ بیٹی کی حالت سے پریشان تھے، اس کا انکار تو پہلے بھی سلگا گیا تھا مگر اب تو شدید توہین محسوس ہوئی اور ان کا ازلی جاہ و جلال عود آیا اور وہ ایک ایسے بزنس مین بن گئے جو صرف و صرف اپنا ہی مفاد سوچتا ہے، اس کے جانے کے بعد انہوں نے ایک بھروسے کے آدمی کو فون کیا اور اس کی اور اس کی منگیتر کی تمام تر انفارمیشن ڈھونڈ کر ان کو بتانے کو کہہ دیا اور کچھ اطمینان محسوس کرنے لگے۔

☆☆☆

''مہوش تم تو ساری عمر انتظار کرنے کو تیار تھیں، محض چھ ماہ میں ہی تھک گئیں۔''

کل رات نسیمہ بہن کو منگنی کی انگوٹھی واپس کر گئیں تھیں یہ کہہ کر کہ انہیں اپنی بیٹی کو فوری شادی کرنی ہے وہ اتنا طویل انتظار نہیں کر سکتیں، نجمہ نے کہا بھی کہ یہ پہلے کیوں نہیں سوچا تھا تو وہ بیٹی کی ضد کہہ کر بری ہو گئیں اور آج وہ اس سے جواب طلبی کرنے چلا آیا تھا۔

''میں تھکنا نہیں چاہتی تھی، میں تو مجبور ہو گئی اماں اور ابا نے صرف میری ضد کی وجہ سے تمہاری شرط مانی تھی، مگر تین دن پہلے ابا کے ہونے والے ایکسیڈنٹ نے اماں اور ابا کو پر تشویش کر دیا ہے اور وہ اپنی زندگی میں مجھے میرے گھر کا کر دینا چاہتے ہیں۔'' ذہن و دل میں ہوتی کشمکش کے برعکس وہ نارمل لہجے میں بولی تھی۔

''اگر یہ بات ہے نہ، تو میں شادی کے لئے تیار ہوں۔'' وہ اس کے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔

''نہیں اب بہت دیر ہو گئی ہے، ابا پھپھو سے بات کر چکے ہیں۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی آنسو گرنے لگے تھے۔

''مہوش، جو بات تمہاری زبان کہہ رہی ہے اسی کی نفی چہرہ و آنکھیں کیوں کر رہی ہیں؟ کیا ہوا؟ کیوں ایسا فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گئی ہو؟''

اس کے ذہن میں جو بات آئی ہے وہ زبان سے کہہ نہیں سکتا اس لئے چاہتا ہے کہ اس کی الجھن

وہ دور کردے مگر وہ کچھ نہ بولی کہ جو کہنا نہ چاہا تھا وہ کہہ کر اصل حقیقت اپنے آپ دم توڑنے لگی ہے۔

''تمہیں تو مجھ سے محبت کا دعویٰ تھا، یہی تھی تمہاری محبت کہ چھ ماہ میں ہی دم توڑ گئی۔''

''میں نے محض دعویٰ نہیں کیا تھا مسٹر اشہب، محبت کرتی تھی کرتی ہوں کرتے رہنا چاہتی ہوں، لیکن.....'' اس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی۔

''میں تم سے زیادہ محبت اپنے والدین سے کرتی ہوں، تم تو کچھ نہیں جانتے اشبو، کہ میں نے یہ فیصلہ کس مشکل سے کیا ہے، صرف ابا کی زندگی کے لئے۔''

''مطلب کیا ہے تمہاری بات کا؟''

''صاف ہے ابا کا ایکسیڈنٹ ہوا نہیں تھا کروایا گیا تھا۔''

''کیا کسی نے؟'' وہ بے یقینی سے بولا وہ تلخی سے ہنس دی۔

''تمہارے باس کے باپ نے، سلطان آفندی آئے تھے یہاں انہوں نے صاف اپنے جرم کا اعتراف کیا اور کہا کہ ابا کا یہ معمولی ایکسیڈنٹ محض ٹریلر تھا، اگر ہم نے منگنی نہیں توڑی تو وہ ابا کی جان لے لیں گے۔'' بلی تھیلے سے باہر آ گئی تھی، کچھ نہ کچھ اسے خدشہ ضرور تھا مگر بات اتنی بڑی ہو گی اس کے تصور میں بھی نہ تھا۔

''نہیں اشبو، وہ طاقتور ہیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، تم سے شادی کر لی اور انہوں نے ابا کو کوئی نقصان پہنچا دیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گی، تم کو بھلانا آسان نہیں ہے مگر کوشش کر دیکھوں گی اور تمہارے لئے تو مجھے بھولنا آسان ہو گا کہ محبت تو صرف میں نے کی ہے اور میں تو تم سے یہ ہی کہوں گی کہ تم اس لڑکی سے شادی کر لو کہ میں یہ ہی چاہوں گی کہ تم خوش رہو۔'' اس نے بیٹی ہونے کا فرض ادا کیا تھا، محبت بین کر رہی تھی لیکن تسلی دلا دیتی محبت محبوب کی خوشی کی منتظر ہے۔

''مجھے کیا کرنا چاہیے کیا نہیں یہ رہنے دو، میں تم سے شرمندہ ہوں اور مجھے خود پر فخر بھی ہو رہا ہے کہ مجھے تم جیسی اعلیٰ سوچ کی لڑکی نے چاہا، تم میرا نصیب نہ بن سکیں، اس کا مجھے بھی افسوس رہے گا اللہ حافظ۔'' وہ سچائی سے بولا اور وہ بھیگی آنکھوں سے مسکرا دی۔

☆☆☆

''تم سوچ بھی نہیں سکتے ہو اشہب کہ ہم کس حد تک جا سکتے ہیں۔'' اس کو اپنے انکار پر ڈٹے دیکھ کر سلطان آفندی بھڑک گئے تھے۔

''نمونہ دیکھ چکا ہوں سر، لیکن رشتے یوں زور زبردستی کی بنیاد پر قائم نہیں ہوتے، جب مجھے میڈم سے شادی کرنی ہی نہیں ہے تو میں شادی کیوں کروں؟ آپ میری فیاسی کو ڈرا دھمکا سکتے تھے، آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو بھی گئے، لیکن مجھ سے زبردستی نہیں کر سکتے کہ ڈرا دھمکا کر آپ نے میری منگنی ختم کروا دی، نکاح نامہ سائن نہیں کروا سکتے۔'' یہ معاملہ اگر سلطان آفندی کے لئے ضد اور انا کا بن گیا ہے تو ایسی ہی صورتحال اس کے بھی ساتھ ہے اور انا کی بقاء کے لئے ہی تو دھڑکتے دل کو گواہی بھی پس پشت ڈال دی ہے کہ محبت وانا کا وجود تو سنگ سانس لے ہی نہیں سکتا، اس کا اٹل فیصلہ کن لہجہ ان کی آنکھوں میں خون اترنے لگا۔

''کیا کر سکتے ہیں، کیا کیا کروا سکتے ہیں اندازہ نہیں ہے تمہیں۔''

''اندازہ ہے مجھے، اسی لئے اپنا استعفیٰ



ساتھ لایا ہوں اور ایک بات آپ دولت مند ہیں، طاقتور ہیں تو اپنے لئے کہ میں بھی اتنا گیا گزرا نہیں ہوں، آپ ڈائریکٹ مہوش اور اس کی فیملی کو نشانہ بنا کر اس نے رابطہ نہ کرتے تو میں آپ کو اسی سے شادی کر کے دکھاتا کہ ضد وانا بات کا غرور، میں بھی رکھتا ہوں، غریب ہوں مجھے کوئی افسوس نہیں ہے اپنی غربت کا اپنی خودداری کا، اپنی انا وضد کا سودا نہیں کر سکتا، آپ کو آپ کی جائیداد آپ کی جاب آپ کی بیٹی مبارک ہو، میں شادی اپنی حیثیت کی لڑکی سے کروں گا نہ کہ امیر باپ کی ضدی بیٹی سے گڈ بائے فار ایور مسٹر سلطان آفندی۔'' وہ چٹانوں سے سخت ٹھوس لہجے میں کہتا ایک شان سے ان کے آفس سے نکل گیا تھا۔

''بات اب میری بیٹی کی محبت وضد کی نہیں ہے اشہب لطیف، بات اب میری ضد اور وقار کی ہے، اب تم دیکھتے جاؤ نہ میں نے تمہیں اتنا مجبور کر دیا کہ تم خود رشتہ لے کر آؤ تو میرا نام سلطان آفندی نہیں۔'' وہ بری طرح کھولتے ذہن کے ساتھ با آواز اپنے عزائم سوچ رہے تھے۔

☆☆☆

''میرے جوتے اتارو، بریقہ آفندی۔'' وہ بے یقینی حیرت واستعجاب لئے کاجل اور آئی میک سے سجیں قاتل نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں نے کہا میرے جوتے اتارو۔'' اب کے وہ پہلے سے بھی زیادہ سختی سے بولا اور وہ حیرت واستعجاب میں بندھی بولی۔

''مم..... میں..... کیں کیسے؟'' اس نے تو سوچ بچار کرنی ہی ہے کہ اس نے جوتے اتارنے کو ایک ایسی لڑکی سے کہا ہے جو سیج پر سولہ سنگھار کیے اپنے دولہا کی منتظر تھی اس کی پیار بھری سرگوشیوں کی عزت، مان کی منتظر تھی، مگر اس نے آتے ہی اسے بیڈ سے اترنے کا کہا تھا اور وہ ناسمجھی کے عالم میں اس کے کہے پر عمل کر گئی تھی تو دوسرا حکم ملا تھا اور وہ بھی چند گھنٹوں کی اس دلہن کو جس نے خود کبھی اپنے جوتے نہیں اتارے تھے۔

''ارے ہاں میں تو بھول ہی گیا تھا کہ آپ سلطان آفندی کی اکلوتی دختر نیک اختر ہیں، جنہوں نے کبھی اپنے جوتے نہیں اتارے۔'' وہ اس کے بیڈ سے اترتے ہی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے پاؤں پر پاؤں رکھے نیم دراز ہو گیا تھا، اس کے مقابل آتا بولا اس کی الجھنوں میں اضافہ ہونے لگا تھا کہ اس نے سختی سے اس کا نرم گداز بازو اپنی آہنی گرفت میں لے لیا۔

''لیکن اب تم صرف سلطان آفندی کی بیٹی نہیں ہو، میری اشہب لطیف کی بیوی ہو۔'' وہ تیکھے چتونوں سے اس کے سجے سنورے روپ کو گھورتا بے لچک لہجے میں بول رہا تھا کہ وہ درمیان میں منمنائی تھی۔

''پلیز میرا بازو چھوڑیں، مجھے درد ہو رہا ہے۔'' اتنا کہنے پر گرفت اس نے اور سخت کر دی۔

''تکلیف مجھے بھی ہوئی ہے بریقہ آفندی اور اپنی ہر تکلیف کا حساب سود سمیت تم سے اور تمہارے باپ سے لوں گا، تمہارا باپ بزنس مائنڈ رکھتا ہے نہ اسے خود پر بڑا ناز اور گھمنڈ ہے کہ اس نے کبھی گھاٹے کا سودا نہیں کیا، مگر اب میں اسے بتاؤں گا گھاٹا کہتے کسے ہیں۔'' وہ درد سے بلبلائی دوسرے ہاتھ کی مدد سے بازو آزاد کرانا چاہتی مگر بری طرح ناکام ہو رہی تھی، آنسو تیزی سے رخساروں کو تر کرنے لگے تھے، بولتے ہوئے اس کی طرف دھیان دیا تھا دل کی حالت زیر و زبر کا شکار ہوئی تھی کہ وہ غیر معمولی حسن کی مالک

تھی اور آج تو چھب ہی نرالی ہے، روایتی تیاری نے حسن دو آتشہ کر دیا ہے، اس نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو آزاد کیا تھا وہ بری طرح لڑکھڑائی تھی۔

''تمہیں میرے ساتھ رہنا ہے تو ہر وہ کام کرنا ہوگا جو میں کہوں گا، میری معمولی سی بات سے بھی انحراف کرنے کا مطلب ہوگا کہ رشتہ ختم کر دوں۔'' اس نے بہت تڑپ کر اسے دیکھا مگر وہ سینے میں جذبات بھرا دل رکھنے والا بہت عام سا شخص، دل ہی نہیں خود کو بھی پتھر بنا گیا ہے۔

''آ...... آپ...... کک...... کیوں؟ ایسی باتیں کر رہے ہیں؟'' بہ مشکل بولی تھی۔

''کیونکہ میں ایسی ہی باتیں کرنا چاہتا ہوں، یہ تمہاری اور تمہارے باپ کی خام خیالی ہے کہ میں تم سے محبت کروں گا سر آنکھوں پہ بٹھا دوں گا، تم سے میں شدید نفرت کرتا ہوں اور تمہاری زندگی جہنم سے بدتر بہت اذیت ناک بنانے والا ہوں، تمہارے باپ کو تمہاری خوشی بہت عزیز ہے نہ، خوشی کے معنی و مطالب بھی تمہیں نہ بھلا دیئے تو کہنا بریقہ آفندی۔'' وہ اس کو دیکھتا لفظ لفظ پہ زور دے کر زہر خند لہجے میں بولا تھا۔

''کک...... کیوں کرتے ہیں آپ مجھ سے نفرت؟ اور شادی کیوں کی؟''

''یہ بات اپنے باپ سے پوچھنا، تمہاری کسی بات کا میں جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا اور مجھ سے تعلق جوڑے رکھنا ہے تو تمہیں اپنے باپ سے تعلق ختم کرنا ہوگا اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے، پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس سوچ لو، باپ چاہیے یا شوہر۔'' وہ اپنے اندر کی تلخی اس پر آشکار کرتا بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔

''یہ...... یہ کیسی شرط ہے، میں اپنے ڈیڈی کو کیوں چھوڑوں گی؟'' وہ بلبلا اٹھی تھی اور وہ ہنسنے لگا۔

''نہیں چھوڑ سکتیں تو میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں، تین لفظ ہی تو کہنا پڑیں گے۔'' وہ بے نیازی سے بولا اور پاؤں جھلانے لگا۔

''آپ کیوں کر رہے ہیں ایسی باتیں؟''

''کیونکہ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔'' بڑے سکون سے کہا گیا تھا۔

''تو آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی؟'' وہ سسکنے لگی تھی۔

''شادی کرنا نہیں چاہتا تھا، مجبوری میں کی، مگر اب میں ہر مجبوری سے آزاد ہو گیا ہوں، میرے ساتھ رہنا ہے تو میرے طریقے سے ورنہ میں آزاد کر دیتا ہوں۔'' اس پر رحم آنے لگا ہے مگر اپنی بے بسی کا سوچ کر اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''مجھے سمجھ نہیں آ رہیں آپ کی باتیں۔''

''اور میرے پاس سمجھانے کا وقت بھی نہیں ہے، آر یا پار یا تو میرے ساتھ رہنا ہے، یا نہیں رہنا ہے۔''

''میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں، لیکن ڈیڈی......''

''میرے ساتھ رہنا ہے تو نو اگر مگر لیکن کے حصار سے نکل کر......'' سختی سے اس کی بات کاٹ گیا تھا۔

''میں رات کو دن کہوں تو دن، ہنسنے کی اجازت دوں تو ہنسو، جس سے ملنے کی اجازت دوں اس سے ملو، کر سکتی ہو ایسا تو ہی میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا، ورنہ تین لفظ بولنے کا آپشن ہے میرے پاس، اب فیصلہ تم نے کرنا ہے کہ اذیت برداشت کرنے سے قبل یہ تحفہ چاہیے یا اذیت برداشت کرنے کے بعد، کہ ایک لمحے کی چوک بھی برداشت نہیں کروں گا، بیوی نہیں بے دام کی کنیز بنا کر لایا ہوں، ہے اتنا حوصلہ تو ٹھیک ہے اتارو میرے جوتے نہیں ہے تو میں اشہب لطیف بقائمی ہوش و حواس۔''

''نہیں اشہب، مجھے طلاق نہیں چاہیے۔'' اس نے لفظوں کو ادائیگی کے مراحل سے گزرنے نہیں دیا تھا اور اس نے رک کر اسے دیکھا وہ بہت ڈری ہوئی اور تکلیف میں لگی، آنکھوں و چہرے پر بے یقینی، حیرت اور ناسمجھی کی الگ تحریر رقم تھی، اس کو وہ بے قصور لگی مگر جیسے ہی ذہن میں یہ بات آئی کہ جو ہوا اس کا سبب وہی تھی کہ نہ وہ اس سے محبت کرتی نہ پانے کی ضد کرتی نہ ہی اس کا باپ اسے کھلونا سمجھ کر اسے ضرور مجبور کرتا، اس سوچ کے ساتھ اصل مجرم وہی لگی، اس نے بھی اسے بہتی آنکھوں سے دیکھا وہ اس کو بہت زیادہ نہیں جانتی، مگر جتنا جانتی تھی اس میں یہ روپ بے حد اجنبی تھا، دونوں کی آنکھیں چار ہوئی تھیں، ایک کی آنکھیں بے تاثر تھیں اور ایک کی آنکھوں میں دکھ، بے یقینی، حیرت کیا کچھ نہیں تھا اور وہ جو زبان سے ادا نہیں کر پائی تھی آنکھوں سے کہنے لگی تو وہ نظر انداز کر گیا، آنکھ اور ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنے پیروں کی طرف اشارہ کیا تھا، وہ اب بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا جو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی بیڈ تک آئی اور اس کے جوتے اتارنے کو مہندی و چوڑیوں سے سجے موی ہاتھ بڑھائے، لیسز کھولتے ہوئے کتنے ہی آنسو اس کے سیاہ چمکدار جوتوں پر گرے، لیسز کھولنے کے بعد ایڑھی کے پاس سے جوتا پکڑ کر اس نے اتارا اور اب موزے اتار رہی تھی۔

''آج شاید احساس ہوا ہو کہ دوسروں کے جوتے اتارتے ہوئے کتنی ذلت محسوس ہوتی ہے۔'' اس نے اس کے سرد لہجے میں کہنے پر محض ایک ناراض نظر اس کے سنجیدہ چہرے پر ڈالی تھی اور مڑی تھی کہ وہ کلائی تھامتا اس کو اپنی طرف کھینچ لیا، اس کی گرفت قدرے سخت و جارحانہ تھی وہ اس کے حصار میں بن پانی کے مچھلی کی مانند تڑپی ضرور، حصار سے لیکن نکل نہ سکی اور وہ اپنے اندر کی تمام کھولن تمام ذلت اور بے بسی کا احساس اس کے وجود میں اتارتا چلا گیا کہ یہ سزا اس نے خود ہی منتخب کی ہے جرم جانے بغیر، وہ اس کو اذیت دیتا، خود مطمئن سا سو گیا تھا (مگر یہ اس کی غلط فہمی تھی) اپنی اس قدر ناقدری پر وہ ساری رات آنسو بہاتی لمحہ بھر کو سو نہیں سکی تھی، مگر کب تک نیند سے فرار حاصل کر سکتی تھی، آنکھ لگے دو گھنٹے بھی نہ ہوئے تھے آنکھ کھلی، وہ ڈریسنگ ٹیبل کی دراز میں کچھ تلاش رہا تھا اس کو دیکھ کر اپنی بے بسی یاد آنے لگی، آنکھیں بہنے لگیں جبکہ اس نے رات کے برعکس خوش گوار لہجے میں اسے صبح بخیر کہا تھا، وہ آنسو صاف کرتی واش روم کی طرف بڑھی تھی کہ اس کی آواز نے قدم جکڑ لیے تھے۔

''زیادہ وقت مت لگانا، ناشتہ کر کے مجھے کہیں کام سے جانا ہے، جلدی سے فریش ہو کر آؤ اور میرے لیے ناشتہ بناؤ۔'' وہ مڑی تھی یہ کہنے کو کہ اس کو تو چائے بنانا بھی نہیں آتی ناشتہ کیسے بنائے گی؟ مگر وہ وہاں رکا ہی کب، وہ بیس منٹ میں فریش ہو کر کمرے سے نکلی تو وہ صحن میں بھی نہ تھا اور نہ ہی کچن میں، وہ وہیں کھڑی سوچ رہی تھی کہ وہ کہاں گیا کہ وہ کچن سے ملحق کمرے سے نکلا۔

''ناشتہ کمرے میں لے آؤ۔'' سیل فون کان سے ہٹا کر آرڈر دیا اور بات کا سلسلہ جوڑتا اپنے کمرے میں چلا گیا وہ اس کے پیچھے ہی کمرے میں آئی۔

''مجھے ناشتہ بنانا نہیں آتا۔'' وہ ڈرتے ڈرتے بولی تھی۔

''تو راغ، تمہیں ناشتہ بنانا بھی نہیں آتا اور

یہی بات تھی تو پہلے بکواس کیوں نہیں کی تھی۔'' اس کا بھاری ہاتھ اس کے چودہ طبق روشن کر گیا، چاند تارے آنکھوں کے سامنے ناچتے محسوس ہوئے تھے، وہ لڑکھڑا گئی تھی اور وہ غصہ سے کھولتا زوردار آواز کے ساتھ دروازہ بند کرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا کہ اسے سلطان آفندی سے اپنے تمام حساب آج ہی بے باک کرنے ہیں اور اپنی امانت بھی تو لینی ہے۔

☆☆☆

''بھی بتاؤ نہ تم کیوں رو رہی ہو؟ تمہارے چہرے پر انگلیوں کے نشان، اشہب نے تمہیں مارا ہے؟'' ڈرائیور اس کو بھی ولاز لے جانے کو آیا تو اس نے اشہب سے رابطہ کیا تھا اور اس کی اجازت پاتے ہی وہ چلی آئی تھی اور ایک ہی رات میں لگا تھا جیسے بہت لمبی مسافت طے کر آئی ہو، اس نے میک اپ کی دبیز تہہ تلے انگلیوں کے نشانات چھپانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی مگر آنکھوں کا حزن چہرے کی اداسی چھپا نہیں پا رہی تھی وہ بھی اس شخص سے جس کے سامنے کھلی کتاب کی مانند رہی تھی، وہ اس کو دیکھ کر تو آنسو روک نہیں پا رہی تھی مگر اپنا بھرم رکھنے کی کوشش ضرور کی تھی مگر اس کا مخصوص پیار بھرے انداز میں متفکر ہونا، اس کا جائزہ لینا وہ پہلے ہی موڑ پر کمزور پڑ گئی کہ رات سے جس حوصلے کا مظاہرہ اب تک کیا وہ اتنی بہادر تو تھی نہیں، وہ تو اس کو دیکھ کر ہی الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا کہ نئی شادی شدہ زندگی کی رونق اس کے چہرے پر ناپید تھی اور وہ اس کے چوڑے سینے میں سمائی بلک اٹھی تو اس کی پریشانیاں بھی بڑھ گئیں۔

''بھائی وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے، وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔'' وہ روتے سسکتے خود پر گزری قیامت بتاتی چلی گئی، لاؤنج کی دہلیز پر سلطان آفندی ساکت کھڑے رہ گئے تھے کہ ایسا تو انہوں نے سوچا ہی نہ تھا اور وہ غصے سے کھولتا اشہب کا نمبر ڈائل کر رہا تھا کہ وہ سہم گئی تھی۔

''نہیں بھائی آپ ان سے کچھ نہیں کہیں گے ورنہ وہ مجھے ڈائیورس دے دیں گے۔''

''ایسی کی تیسی اس کی، ایسے کیسے تمہیں طلاق دے دے گا، جو سلوک اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے، چھوڑوں گا نہیں میں اسے۔'' وہ اسے اتنے شدید غصہ میں پہلی دفعہ دیکھ رہی ہے اور وہ ان دونوں کو دیکھنے لگے ہیں وہ کتنی سہمی ہوئی اور بیٹا کتنا بپھرا ہوا لگا، وہ اشہب سے رابطہ کرنے کی کوشش میں تھا کہ وہ خود ہی چلا آیا آتے ہی اس نے با آواز بلند سلامتی بھیجی تھی۔

''تم، تمہاری اتنی ہمت بھی کیسے ہوئی اشہب کہ تم نے بریقہ کو تھپڑ مارا۔'' وہ تو اس کو دیکھ کر مزید اشتعال میں آ گیا اور وہ ہنسنے لگا۔

''بریقہ نے صرف تھپڑ کا ہی بتایا، یہ نہیں بتایا کہ میں نے اس سے اپنے جوتے اتروائے۔'' وہ دونوں ہی حیرانگی سے اسے دیکھنے لگے جو لب چبانے لگی تھی۔

''تمہاری اتنی ہمت۔''

''میری ہمت کی تو بات ہی نہ کریں سلطان آفندی اور مجھ سے ذرا تمیز سے بات کریں کہ مجھے ذرا بھی غصہ آیا تو وہ آپ کی لاڈلی پر ہی اترے گا۔'' وہ سلطان آفندی کی بات کے درمیان کہہ کر صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھ گیا اور اس کے تیور آنکھوں سے جھانکتی بدلے کی چنگاری سلطان آفندی مدھم پڑ گئے کہ وہ اس کے غصہ و نفرت کو ہوا نہیں دینا چاہتے اس کے برعکس یزدان آفندی غصہ سے بری طرح کھولتا اس کی طرف بڑھا تھا کہ وہ بیٹے کا بازو تھام گئے اور آنکھ کے اشارے سے برداشت و تحمل سے رہنے کو کہا۔

''بریقہ میرے لئے ایک گلاس پانی لے آؤ۔'' وہ دونوں ہی چونکے اور وہ آگے بڑھی تھی کہ وہ اس کا بازو تھام گیا اور ملازمہ کو آواز دے کر پانی لانے کو کہا تھا اور ملازمہ نے پانی اس کی طرف بڑھایا جسے کچھ بناء کہے تھاما اور دیوار پر دے مارا۔

''بریقہ میرے لئے پانی لے کر آؤ۔'' وہ سرد لہجے میں بولا اور وہ یزدان سے اپنا بازو چھڑاتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔

''یہ کیا حرکت ہے اشہب، تم بھی کے ساتھ اس طرح نہیں کر سکتے۔'' اس کی ہمت جواب دینے لگی تھی۔

''میں اس سے زیادہ کر سکتا ہوں۔'' وہ اس کی حالت سے حظ اٹھا رہا ہے کہ جیسے وہ آج تڑپا ہے اس سے کہیں زیادہ وہ تڑپا تھا۔

''آرام سے جوش سے نہیں ہوش سے کام لو، تمہارا یہ ری ایکشن اسے مزید اکسا رہا ہے۔'' انہوں نے دبے دبے لہجے میں بیٹے کو سمجھانا چاہا تھا کہ وہ اس سب کی وجہ سمجھ رہے ہیں۔

اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے زندگی میں پہلی دفعہ کسی کو پانی پیش کیا تھا، اس کی دگرگوں ہوتی حالت کو ایک نظر دیکھ کر گلاس لیا دو گھونٹ پانی کی پیں گلاس واپس دیا اور نیا حکم جاری کیا۔

''انف از انف، اشہب۔'' یزدان تو اس کی بات سن کر کنٹرول ہی کھو گیا اتنی زور سے دھاڑا کہ در و دیوار ہل گئے مگر اس کے غصہ کے برعکس وہ اطمینان سے دوبارہ بولا۔

''بریقہ میرے پاؤں جوتوں کی قید سے آزاد کرو، ورنہ میں تمہیں آزاد کر دیتا ہوں۔'' وہ اس کا یہ رویہ دیکھ چکی تھی، گلاس ٹیبل پر رکھتی صوفے کے پاس پہنچی اس کے پاؤں کے قریب بیٹھنے کو تھی کہ وہ اس کو بازو سے تھام کھڑا کر گیا۔

''تم بھی کو طلاق دو گے، اتنی اوقات ہے تمہاری کہ ایک کروڑ کا حق مہر ادا کر سکو۔'' ان کی بھی برداشت جواب دے گئی تھی۔

''ہاہاہا، میری تو اوقات یہ بھی نہ تھی کہ میں سلطان آفندی کا داماد بنتا۔'' وہ صوفے سے کھڑا ہو گیا تھا۔

''یہ میری بیوی ہے اور میں اس کے ساتھ جو بھی سلوک کروں۔'' اس نے چیلنجنگ انداز میں انہیں دیکھا۔

''بیوی ضروری ہے تمہاری، جاگیر نہیں ہے، تم اس کے ساتھ توہین آمیز سلوک نہیں کر سکتے۔''

''میں بھی آپ کی جاگیر نہیں تھا سلطان آفندی، مگر آپ نے مجھے اپنی جاگیر سمجھا، میری توہین کی، مجھے شادی کے لئے مجبور کر دیا، اب میری مرضی اس شادی کو جتنی اہمیت دوں، اپنی بیٹی کو میری بیوی بنانا چاہتے تھے، بنا لیا میں نے اسے بیوی، بیوی بنانے کے ڈیل ہوئی تھی، پیار عزت دینے کی نہیں۔'' وہ سنجیدگی سے لفظ لفظ پر زور دیتا ان کی آنکھوں میں جھانکتا کہہ رہا تھا جبکہ یزدان آفندی حیرانگی سے ڈیل کی بابت استفسار کرنے لگا تھا۔

''مجھ سے نہیں یزدان آفندی! اپنے بزنس مائنڈڈ باپ سے پوچھو۔'' وہ زہر خند لہجے میں بولا تھا اور وہ باپ کو دیکھنے لگا تھا مگر اپنے جرم کا اعتراف اپنی ہی زبان سے کرنا آسان نہیں ہوتا وہ نگاہ چرا گئے۔

''خاموش کیوں ہیں، بتائیے سلطان آفندی کہ مجھے کس قدر مجبور کر کے آپ نے نکاح کروایا۔'' کمزوری بے بسی کی پرچھائی چہرے پر

آن لہرائی تھی، مگر وہ اب بھی کچھ نہ بولے اور وہ الجھ گئی تھی مگر بولی کچھ نہیں جبکہ وہ باپ کو دیکھ رہا تھا ان کے بولنے کا منتظر تھا۔

''یہ نہیں کچھ بولیں گے یزدان آفندی، میں خود تمہیں بتاتا ہوں۔'' اس نے ایک نفرت بھری نگاہ سلطان آفندی پر ڈالی۔

''یہ چاہتے تھے کہ میں بریقہ سے شادی کروں، مگر میں حیثیتوں کے فرق کی وجہ سے ایسا نہیں چاہتا تھا کہ مجھے اپنی انا وخودداری دنیا کی ہر شے سے عزیز تھی، میرے انکار کو سلطان آفندی نے توہین سمجھا، میری منگیتر کو ڈرایا دھمکایا، وہ منگنی ختم کرنے پر مجبور کر دی گئی، یہ کڑوا گھونٹ بھی میں پی گیا مگر سلطان آفندی نے اسی پر بس نہیں کیا میرے مستقل انکار پر انہوں نے میری بہن کو اغواء کروایا۔'' ان دونوں کی بے یقین نگاہیں باپ پر اٹھیں وہ شرمندگی سے نظر چرا گئے۔

''اور شرط رکھی کہ میں اپنی بہن کی جان و عزت کی حفاظت چاہتا ہوں تو بریقہ سے شادی کرلوں، بریقہ میں کوئی برائی نہ تھی، نہ مجھے اس سے کوئی ذاتی قسم کی پرخاش تھی، حیثیتوں کا فرق مٹا نہیں سکتا تھا اس لئے انکاری تھا، مگر اب تو میرے پاس کوئی راستہ ہی نہیں بچا تھا، بہن کی عزت کے لئے تو جان دے سکتا تھا شادی تو پھر معمولی فعل تھا، میں نے سلطان آفندی کی شرائط پر بریقہ سے شادی کی، لیکن جو ذلت وتکلیف میں نے میری پوری فیملی نے اٹھائی اسے بھول نہیں سکتا، نہ ہی معاف کرسکتا تھا اس لئے میں نے بریقہ کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا، تاکہ سلطان آفندی کو احساس ہو کہ جس بیٹی کو خوشیوں کے لئے انہوں نے میری بہن کو مہرہ بنایا، وہ میری سنگت میں، میں چاہوں تو خوش رہ سکتی ہے کہ یہ مجھے شادی کے لئے مجبور کر سکتے تھے میری کمزوریوں کو ڈھال بنا کے، مگر بیٹی کو عزت خوشیاں دینے کا مجھے چاہ کر بھی پابند نہیں بنا سکتے کہ میری کمزوری گرچہ اب بھی قائم ہے، مگر اب میں اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتا ہوں، کہ انہوں نے اپنی کمزوری مجھے سونپ دی ہے اس لئے انہوں نے اب میری فیملی کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی کوشش کی تو اس کا بھگتان ان کی بیٹی کو بھگتنا پڑے گا، جسے بہت چاہ اور کوششوں کے بعد میری بیوی بنایا ہے، میں اسے طلاق نہیں دے سکتا کہ ایک کروڑ کی رقم خود کو گروی رکھ کر بھی حاصل نہیں کرسکتا، مگر اسے اتنا تڑپا تو سکتا ہوں جتنا میں اور میری بہن تڑپی ہے، میری ماں تڑپی ہے، اپنی ہر ایک تڑپ ہر ایک بے بسی کا سود سمیت بدلہ لوں گا میں آپ کی بیٹی سے کہ اس کی آنکھ کے آنسو اس کی تڑپ آپ کو ساری زندگی احساس دلائے گی کہ سلطان آفندی نے گھاٹے کا سودا کیا ہے۔'' سلطان آفندی کا کارنامہ بتانے کے ساتھ اپنے عزائم بھی بتائے تھے، یزدان آفندی دھیما پڑ گیا تھا کہ وہ اس کے احساسات سمجھ سکتا ہے کہ اس کی بہن کو اس کے ہی شوہر نے جوتے اتارنے کو کہا تو وہ برداشت نہیں کرسکا تھا تو وہ تو اس اذیت سے گزر کر اس گھڑی سے قبل انسان مرنے کی تمنا کرتا ہے۔

''ڈیڈی! آپ نے کیوں اتنا سب کچھ کیا؟ میں نے تو جبکہ کہا بھی تھا کہ مجھے اشہب سے شادی نہیں کرنی کہ مجھے صرف اشہب کی خوشی عزیز ہے، مگر آپ نے اشہب کی خوشیاں چھین لیں، ان کا غرور، خودداری وانا، اپنی طاقت تلے کچل ڈالی، کیسے آپ وہ سب کر گئے صرف میری خوشیوں کے لئے، آپ نے ایک لڑکی کی زندگی اس کی عزت داؤ پر لگا دی، اگر کوئی آپ کی بیٹی کو یوں اغواء کرتا ڈیڈی تب آپ کیا کرتے؟ خود



بیٹی کے باپ ہو کر آپ نے دوسرے کی بیٹی کا خیال نہیں کیا کہ جن کے اپنے گھر شیشے کے ہوں وہ تو کسی کو ایک کنکر مارنے کا تصور نہیں کر پاتے اور آپ نے ڈیڈی دوسروں پر پتھر برساتے اپنا اور اپنی بیٹی کا ہی وجود لہولہان کر دیا۔'' وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی اور وہ اسے چپ کروانے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھے، کمرے میں چار نفوس کی موجودگی کے باوجود موت کا سا سناٹا چھا گیا تھا جس میں اس کی سسکیاں دراڑ ڈال رہی ہیں۔

''میں جا رہا ہوں بریقہ، اپنے باپ سے تعلق ختم کر کے میرے پیچھے آسکتی ہو ورنہ نہیں۔'' وہ ان تینوں میں سے کسی کو بھی دیکھے بنا باہر کی طرف بڑھا تھا اس کی سسکیوں نے قدم جکڑے تھے دل گداز ہوا تھا مگر وہ نرمی چاہ کر بھی نہ دکھا سکا خاموشی سے جا نہ سکا تو سرد لہجے میں کہہ کر وہاں سے جانے لگا کہ ساکت کھڑا یزدان آفندی اس کی راہ میں ہاتھ جوڑے جا کھڑا ہوا۔

''تمہاری اذیت کا میں محض اندازہ کرسکتا ہوں تم سے تمہاری بہن سے بہت شرمندہ ہوں ہاتھ جوڑ کر تم سے معذرت مانگتا ہوں، جو ہوا اس میں لیکن جی کا کوئی قصور نہیں ہے، ڈیڈی کے کیے کی سزا تم جی کو مت دو۔'' وہ کسی کے سامنے سراپا التجا پہلی دفعہ بنا تھا کہ زندگی اس پر ہمیشہ ہی مہربان رہی تھی۔

''سزا دینا نہیں چاہتا مگر خود کو مجبور پاتا ہوں کہ مجھے میری ماں کے آنسو نہیں بھولتے، وہ لمحے نہیں بھولتے جب میری بہن میری نگاہ سے اوجھل تھی اور میں اس کی عزت کی بقا کی جنگ لڑ رہا تھا، سلطان آفندی کا کٹھ پتلی بنا، جو وہ کہہ رہے تھے وہ کر رہا تھا، تم سے تو یہ برداشت نہیں ہوا یزدان آفندی کہ تمہاری بہن کو اس کے شوہر نے تھپڑ مارا، مگر جو تھپڑ تمہارے باپ نے میرے منہ پر مارا ہے، جو تھپڑ بدنامی کی صورت میری بہن نے کھایا ہے، اس کا کیا؟ تم اور تمہاری بہن محض دس گیارہ گھنٹوں میں ہی ہمت ہار گئے، میں نے اڑتالیس گھنٹے ذلت ورسوائی سے گزرتے ہوئے گزارے میری ہمت ٹوٹی، بہن کی عزت جانے کے خیال نے ہی میرا سارا سکون درہم برہم کر دیا تھا، تمہیں اپنی بہن کا خیال ہے تو مجھے بھی اپنی بہن عزیز ہے تم بہن کی بے عزتی برداشت نہیں کر سکتے، میں نے عزت جانے کا خوف سہا ہے، بہادری، ہمت کا مظاہرہ میں کرسکتا ہوں تو تم کیوں نہیں؟ کہ تمہارے سکون کے لئے تو یہ بات بھی کافی ہے کہ تمہاری بہن عزت سے چار دیواری میں محفوظ ہے اور میری بہن کو جسے کبھی کسی نامحرم نے نہیں دیکھا تھا، اسے تمہارا باپ عزت کی چار دیواری سے باہر نکال لے گیا، اسے جب تمہارے باپ کی قید سے آزاد کرانے کو گیا تو سر ڈھانپ کر میرے سامنے آنے والی میری بہن کی ذلت وشرمندگی کے احساس سے جھکی اپنی بہن کی آنکھیں نہیں بھول سکتا کہ اس پاکدامنی کا میں یقین کرسکتا ہوں، یقین لیکن کسی کو دلا نہیں سکتا، اور جس نے میری بہن کے سر سے چادر اتاری میں اس کو روز محشر بھی معاف نہیں کروں گا۔'' اس کی آنکھیں اشکبار تھیں، چہرے پر حزن و یاسیت کی لکیریں وہ بریقہ ہاؤس سے نکلا تھا مگر وہ اکیلا نہ تھا بریقہ اس کے ساتھ ہی تھی، باپ سے خفا، بھائی کی دعاؤں کے حصار میں وہاں سے نکلی تھی اور اپنے سسرال آ گئی تھی، جہاں ایک نئی قیامت منتظر تھی، نسیمہ کو دل کا دورہ پڑا تھا اور وہ ہسپتال جانے سے قبل ہی دم توڑ گئی تھی، اس نے بہت حوصلے سے ان تینوں کو سنبھالا تھا اور اس کو لا کر بھول گیا تھا، دن سوگوار سے گزر رہے تھے، عشبہ کی تو حالت ہی ٹھیک نہ تھی اس کو تو چپ لگی

تھی، عشنہ مگر اس سے کوئی بات خود ہی نہیں کرتی، نہ ہی وہ اس کو مخاطب کرتا تھا، ایک ہی کمرے میں دو اجنبیوں کی مانند رہ رہے تھے، محلے کی کوئی عورت آتی تو افسوس کرنے کی آڑ میں کھوج لگانے لگتی، عشنہ نے کسی کے لئے بھی دروازہ کھولنا ہی بند کر دیا کہ لوگوں کے جانے کے بعد عشبہ کی حالت غیر ہو جاتی تھی اور وہ کم عمر عشبہ کو دیکھ کر خود کو اس کا مجرم تصور کرتی مگر وہ کسی سے کیا کہتی کہ ان سب کی طرح وہ بھی بے قصور ہی تھی۔

☆☆☆

اسی طرح بوجھل اداس دن و رات کے درمیان وقت تیزی سے گزر گیا اور نسیمہ کے چالیسویں کا دن آ پہنچا، کم عمر عشنہ کی ہمت جواب دے گئی۔

''بھائی پلیز یہاں سے چلیں اتنی دور بھائی جہاں ہمیں کوئی جانتا نہ ہو، جہاں کوئی عشبہ کی انسلٹ نہ کر سکے، اس سے کوئی سوال نہ کر سکے، پلیز بھائی یہاں سے چلیں۔'' وہ سسک رہی تھی بہن کی کنڈیشنگ نے جہاں اسے سہایا تھا، ماں کی موت نے تو رہی سہی کسر ہی پوری کر دی تھی، لوگوں کی تکلیف دہ باتیں، چھیدتی آنکھیں اس کی ہمت جواب دے گئی کہ وہ اٹھارہ سال کی کم عمر کم سن ہی تو تھی جس نے محض اسکول کالج کے لئے گھر سے باہر قدم نکالا کہ نسیمہ بیٹیوں کو بازار نہیں لے جاتی تھیں، محلے میں بھی وہ دونوں کہیں نہیں جاتی تھیں، لے دے کہ ایک خالہ نجمہ تھیں جن کے گھر آزادی سے جاتی تھیں اور نجمہ نے اس برے وقت میں ان کا کافی ساتھ دیا، اپنا گھر بار چھوڑ کر ہفتہ بھر رہیں اس کے بعد بھی آتی رہیں کہ ان سے تو اسے شکوہ ہی نہ تھا تھوڑی بہت جو ذہن و دل میں گرہ لگی بھی تھی بیٹی کو اپنے گھر میں خوش دیکھ خود بہ خود کھل گئی تھیں۔

''یہاں سے نہیں نہیں جا سکتے کہ ابھی ایک چھت تو میسر ہے، تم لوگوں کی باتیں ذہن و دل پر نہ لو، کچھ ماہ تک یہ سب بھول جائیں گے۔'' اس نے روتی ہوئی بہن کو کاندھے سے لگا کر سر تھپکا تھا۔

''لوگوں کے لیکن بھولنے تک کہیں بہت دیر نہ ہو جائے، عشبہ ٹھیک نہیں ہے بھائی، مجھے ڈر ہے بھائی کہ کہیں عشبہ کو کچھ ہو نہ جائے۔'' اس نے آنسو رگڑے تھے۔

''دیکھو عشنہ، تم خود کو سنبھالو، ہمت سے کام لو اور عشبہ کا ذہن بناؤ کہ تم ہمت ہار دو گی تو عشبہ کو کیسے سنبھال پاؤ گی، جیسے ابا کے بعد میں نے تم لوگوں کا باپ بننے کی ہر ممکن کوشش کی تم عشبہ اور راہب کے لئے ماں بن جاؤ، کہ اماں ہوتیں تو عشبہ کو سنبھال لیتیں، اب تمہیں ہی کچھ کرنا ہو گا۔'' وہ بہن کا حوصلہ بڑھا رہا تھا اور وہ رو دی تھی اور اس کا احساس ندامت بڑھتا جا رہا تھا وہ کمرے میں آیا تو وہ بیڈ کے کونے پر ٹکی روتے ہوئے ملی مگر وہ اس کو ہر دن و رات کی مانند نظر انداز کرتا بیڈ پر دراز ہو گیا، اس کے آنسوؤں میں اضافہ ہو گیا اور وہ کمرے سے ہی نکل آئی۔

''عشنہ میں بہت ڈر گئی تھی، اماں اور بھائی مجھے کتنا یاد آئے تھے، تم جانتی ہو نہ مجھے اکیلے ڈر لگتا ہے اور وہاں میں بالکل اکیلی تھی، وہاں نہ تم تھیں نہ اماں، میں کتنا روئی تھی اماں کو میں نے کتنا پکارا، وہاں جو آنٹی تھیں میں نے ان سے کتنی ریکویسٹ کی کہ مجھے جانے دیں مگر انہوں نے نہیں سنا، میرے رونے چیخنے پر مجھے تھپڑ مارا، پھر میں نہیں روئی تھی، میں نے ان آنٹی سے بھی کچھ نہیں کہا مگر مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا اور سگریٹ کی بو اور دھوئیں سے میرا دم گھٹ رہا تھا مگر وہ بری طرح ہنستے ہوئے دھواں میرے منہ پر اڑا رہی



تھی، میرا مذاق بنا رہی تھی، وہ کہہ رہی تھی عشنہ کہ سب مجھ سے نفرت کریں گے، تم مجھ سے نفرت کرتی ہو؟ اور کیا بھائی بھی؟'' وہ اپنے کمرے سے ملحق کمرے کے ادھ کھلے دروازے کے باہر ساکت کھڑی اندر سے آتی آوازیں سن رہی تھی۔

''نہیں عشنہ میں تم سے نفرت نہیں کرتی اور بھائی تو تم سے مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔'' عشنہ کا ننھا سا دل کانپ گیا تھا وہ اس کے ساتھ ساتھ رو رہی تھی۔

''نہیں بھائی مجھ سے نفرت کرنے لگے ہیں، میری وجہ سے ان کا سر جھک گیا، صائمہ خالہ (پڑوسن) کہہ رہی تھیں نہ کہ میں نے اپنے بھائی کا سر جھکا دیا ماں کی جان لے لی، مگر میں نے کچھ نہیں کیا عشنہ نہ ہی میری عزت......'' وہ لوگوں کی باتیں دہرا نہ سکی کہ جو مشکلات اٹھارہ سالہ زندگی میں نہ دیکھیں تھیں ان سے محض پینتالیس دنوں میں نبرد آزمائی کی تھی۔

''وہ رشیدہ خالہ (پڑوسن) کہہ رہی تھیں کہ میں، میں آبرو باختہ ہوں، عشنہ میں......'' اس کی ہمت جواب دے گئی اور وہ دروازہ دھکیل کر اندر چلی آئی اور اس کو دیکھ کر وہ چپ کر گئی۔

''کسی کے کچھ بھی کہنے سے کچھ بھی فرق نہیں پڑتا، جو بکواس کر رہا ہے کرنے دو، تمہیں کسی کو بھی صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے، تم کیسی ہو تمہارے اپنے جانتے ہیں، اشہب تم سے نفرت نہیں کرتے، وہ تم سے محبت کرتے ہیں بہت زیادہ محبت۔'' اس کو دیکھ عشنہ کو غصہ آیا تھا مگر وہ نرمی سے جو کہہ رہی تھی اس کے بعد عشبہ کو خود سے لگائے اس کو چپ کراتی خود رونے لگی تھی کہ اپنے آنسو پونچھ کر اس نے عشبہ کے آنسو صاف کیے تھے۔

''اب تم بالکل نہیں روؤ گی میں ہوں نہ تم سب لوگوں کے ساتھ، اماں کی میں جگہ نہیں لے سکتی مگر ان کی کمی پوری کرنے کی میں ہر ممکن کوشش کروں گی بڑی بھابھی ماں کے برابر ہوتی ہے اور میں تم لوگوں کی آج سے ماں ہوں، تم لوگوں کی میں ڈھال بنوں گی، تم لوگوں پر اب کبھی کوئی آنچ نہیں آنے دوں گی۔'' اس نے ایک ساتھ ان دونوں کو خود کے ساتھ لگایا تھا وہ دونوں ہی بری طرح روئی تھیں، اس کو دیکھ نفرت سے منہ پھیر لینے والی عشنہ بھی اس سے لگی بری طرح رو رہی تھی کہ حقیقت ماں کی طرح اس کے بھی علم میں تھی اس لئے نفرت کرنے پر خود کو مجبور پا رہی تھی مگر سہارے کی اسے بھی ضرورت تھی اور وہ چھوٹی سی لڑکی سہارا پاتے ہی بری طرح بکھری تھی اور وہ جو بائیس سال کی عمر میں پہنچ کر بھی لاڈ پیار کے سبب بچپنے کو خیر باد نہ کہہ سکی تھی اشہب کے پہلے وار پر ہی بچپنے کی حدود سے نکلی تھی اور اسے خیر باد کہہ گئی تھی کہ لڑکیوں کے بارے میں ایسے ہی تو نہیں کہا جاتا کہ وہ موم ہوتی ہیں اور ہر طرح کے ماحول میں ایڈجسٹ ہو جاتی ہیں اور اس کا بھی بے فکری کا دور ختم ہو گیا تھا۔

''چلو شاباش تم دونوں جا کر منہ دھو کر آؤ میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں، میں جانتی ہوں تم دونوں نے ہی کھانا نہیں کھایا۔'' وہ ان دونوں کے باری باری آنسو پونچھتی کمرے سے نکل آئی اور آج پہلی دفعہ کچن میں کام کی غرض سے آئی تھی عشنہ کو کام کرتے دیکھتی رہی تھی اس لئے پریشانی نہ ہوئی کہ ویسے بھی کھانا پکانا نہیں گرم کرنا تھا اور کھانے کے بعد اس نے چائے بنائی تھی اور ان دونوں کو دیتی اشہب کی اور اپنی چائے لئے کمرے میں آ گئی اور وہ اس کی توقع کے مطابق جاگ رہا تھا اور اس کو ٹرے اٹھائے اندر آتے

دیکھ چونکا اور وہ مسکرا کر بولی۔

''اشہب چائے لے لیں اور پی کر بتائیں کہ میں نے کیسی چائے بنائی ہے۔'' وہ خاموشی سے کپ تھام گیا اس وقت چائے کی شدید طلب تھی، عشنہ کی بے آرامی کے خیال سے نہیں کہا تھا۔

''مجھے پکا یقین ہے کہ چائے بری نہیں بنی ہو گی کہ بھلے بنائی پہلی دفعہ ہے مگر عشنہ کی طرح بنائی ہے تو بری تو نہیں ہو سکتی کہ عشنہ بہت مزے کی چائے بناتی ہے۔'' وہ اس کو حیرت سے مستقل خود ہی بولتے دیکھ رہا تھا اور اس کے دیکھنے پر وہ مسکرا دی تھی اور اس کے متورم چہرے پر مسکراہٹ بہت بھلی گئی۔

''بریقہ میں تم سے اپنے گزشتہ رویے پر معذرت خواہ ہوں مگر میں بہت مجبور ہو گیا تھا۔'' وہ مجموعی طور پر ایک حساس نرم دل رکھنے والا شخص تھا بہت دن سے اپنے رویے کی معافی چاہ رہا تھا کہ احساس ندامت ہی تھا کہ اس نے اس کے بعد کچھ نہیں کہا تھا کہ جو کہا وہ بھی محض سلطان آفندی کے سوئے احساس کو جگانے کے لئے مگر اس کے لئے اس کو اپنے معیار سے گرنا پڑا تھا۔

''میں سمجھ سکتی ہوں اشہب، آپ کو شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں، آپ نے تو کچھ کیا ہی نہیں میں تو اس سے برا رویہ ڈیزرو کرتی ہوں۔'' آنسو گرنے لگے تھے۔

''تم کیا ڈیزرو کرتی ہو کیا نہیں یہ تو میں نہیں جانتا، ہاں اپنے عمل پر شرمندہ ہوں، تمہارے فادر سے میں کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتا، مگر تمہیں میری طرف سے اجازت ہے اور جہاں تک ہمارے رشتے کی بات ہے مجھے کچھ وقت درکار ہے کہ غلطی تمہاری ہو یا نہ ہو مجرم میں کہیں نہ کہیں تم کو بھی پاتا ہوں اور جب تک میری بہنیں سیٹل نہیں ہو جاتیں تلخ یادیں بھول کر خوش رہنا نہیں سیکھ جاتیں میں تمہارے ساتھ نرمی نہیں برت سکتا ہوں کہ رشتے کو سمجھنے اہمیت دینے کے لئے تلخ یادوں کا ماند پڑنا ضروری ہے اس کے بعد ہی میں تم سے جڑے رشتے کو اہمیت دے پاؤں گا۔'' وہ نرمی سے کہہ رہا تھا اور اس نے آنسو پونچھ لئے۔

''میں اس دن کا انتظار کروں گی اشہب کہ جب آپ ذہن و دل کی آمادگی سے مجھے اور مجھ سے جڑے رشتے کو قبول کر لیں گے۔'' وہ مشرقی عورت تھی چاہے پرورش کتنے ہی ناز و نعم لاڈ پیار سے ہوئی ہو، ضد اور گھمنڈ کوٹ کوٹ کر بھرے ہوں، لیکن اپنا گھر بچانے کو انا کی باڑ پھلانگ گئی تھی کہ اس میں اس کی اس کے رشتے کی بقاء تھی اور عورت گھر کے لئے گھر والے کی چاہت و عزت پانے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتی ہے اور وہ بھی یہی کر رہی تھی۔

☆☆☆

''بھائی میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' اس کی اجازت پانے کے بعد وہ گھر جانے لگی تھی یزدان آج پہلی دفعہ اس کے گھر آیا تھا۔

''اشہب کا رویہ اب کیسا ہے؟'' وہ اس کو جانچتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''اشہب بہت اچھے ہیں بھائی، انہوں نے جو کیا وہ ڈیڈی کو احساس دلانے کے لئے، ورنہ وہ ایسے نہیں ہیں، اپنے رویے پر شرمندہ تھے، ایکسکیوز بھی کیا تھا مجھ سے، آپ پریشان نہ ہوں، میں خوش ہوں۔'' اس کے چہرے پر سچائی تھی وہ کچھ مطمئن ہو گیا کہ اس کا گھر آنا ہی اس کو کچھ اطمینان دلا گیا تھا مگر اس کے لئے پریشان تھا۔

''اشہب کی اعلیٰ ظرفی ہی ہے یہ کہ اس نے تمہیں ہم سے ملنے کی اجازت دے دی ہے میں تو صرف اپنے اطمینان کے لئے پوچھ لیتا ہوں، اب چلوں گا۔'' وہ دونوں صحن میں رکھی کرسیوں پر بیٹھے تھے وہ جانے کو کھڑا ہو گیا۔

''ابھی تو آپ آئے ہیں بھائی، چائے تو کم از کم پی لیں۔'' اس نے بھائی کو زبردستی روکا تھا اور وہ کچن میں چلی گئی تو وہ ارد گرد کا جائزہ لینے لگا، چھوٹا سا صحن دائیں جانب بنا کچن اور اس سے ملحق دو کمرے، صحن کی بائیں جانب باتھ روم، صحن کے وسط میں رکھیں چھ کرسیاں اور ٹیبل، دیوار کے ساتھ لگے گملے، گھر چھوٹا تھا مگر کافی صاف ستھرا تھا۔

''تمہارے علاوہ کوئی نہیں ہے کیا گھر میں؟'' چائے کا کپ لیتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''اشہب کی خالہ کی طبیعت خراب ہے، راہب اور عشنہ کل سے وہیں ہیں اور عشبہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ سو رہی ہے، ڈیڈی نے بھائی بالکل اچھا نہیں کیا، عشبہ بہت کم عمر لڑکی ہے اس حادثے نے اسے بالکل ہی سہا دیا ہے کہ وہ فطرتاً بھی کچھ ڈرپوک سی ہے، اس حادثے نے اس کے ذہن پر بری طرح اثر کیا ہے کہ کڈنیپنگ کا واقعہ تو باشعور و نڈر لڑکی کو بھی سہا دیتا ہے اور عشبہ تو ہے ہی چڑیا سے دل کی مالک۔'' اس کی آنکھیں بہنے لگی تھیں عشبہ کے بارے میں تمام معلومات عشنہ نے دی تھی کہ وہ دونوں جڑواں ہیں اور دونوں دھوپ چھاؤں کی مانند ہیں، عشنہ سمجھدار خود اعتماد جبکہ وہ عشنہ کے سہارے چلنے والی کہ اسکول کالج میں وہی اس کی ڈھال بن جاتی تھی۔

''ڈیڈی سے ایسے کسی اقدام کی تو مجھے بھی امید نہ تھی، اشہب کے سامنے سے بھی مجھے شرمندگی محسوس ہوتی ہے، تم خود میں حوصلہ پیدا کرو تبھی اور اس لڑکی کا خیال رکھو کہ ڈیڈی کے ساتھ ہم سب اس کے مجرم ہیں، مگر باخدا مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ ڈیڈی ایسا بھی کچھ کر سکتے ہیں تو میں کبھی انہیں کرنے نہیں دیتا، تم اس کا جتنا خیال رکھ سکتی ہو رکھو کہ یہ تمہارا فرض بھی ہے کہ اچھی بیوی وہی ہوتی ہے جو شوہر کے ہر سکھ دکھ میں ساتھ دے اور تم نے اشہب کے بہن بھائیوں کا خیال رکھنا ہے جیسے مما کے بعد میں نے اور ڈیڈی نے تمہیں سنبھالا، تم سے محبت کی تمہارا خیال رکھا ویسے ہی تم نے اشہب کی بہنوں کا خیال رکھنا ہے کہ وہ لڑکی وہ سب بھول کر نئی خوشگوار زندگی شروع کرے گی تب ہی ڈیڈی کے کیے جرم کا ازالہ ہو گا اور ڈیڈی اپنے کیے پر شرمندہ ہیں اور ایسا اشہب کے رویے کے ذریعے ہی ہوا کہ تمہیں تکلیف میں دیکھ کر انہیں احساس ہوا کہ وہ اشہب کی بہن کو کتنی تکلیف پہنچا چکے ہیں، اشہب کے لئے ڈیڈی کو معاف کرنا مشکل ہے مگر تمہارا اچھا پیار بھرا رویہ شاید کہ اشہب کا دل نرم کر دے اور وہ ڈیڈی کو معاف کر دے، کہ میں نے محسوس کیا ہے کہ ڈیڈی بہت تکلیف میں ہیں، مگر غلطی کر چکے ہیں اس لئے شرمندگی کے باعث کچھ کہنے سے قاصر ہیں۔'' وہ دکھ سے بول رہا تھا کہ باپ سے بہت محبت کرتا ہے ان کا شرمندگی سے نظر چرانا اس کے لئے تکلیف کا باعث ہے۔

''بھائی میں ابھی آتی ہوں۔'' ٹیبل پر رکھا سیل فون اٹھا کر یس کا بٹن پش کرتی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''اشہب کا فون ہے اس نے یہ بتانے کے لئے فون کیا ہے کہ اس کو دیر ہو جائے گی کہ وہ خالہ کی طرف چلا گیا ہے تاکہ ان کی خیریت معلوم کر کے عشنہ و راہب کو گھر لے آئے۔

''یہ جی کہاں رہ گئی؟'' اس نے سات بجاتی گھڑی پر نگاہ دوڑاتے ہوئے زیر لب کہا اور دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا

اور دیکھتا رہ گیا، سیاہ کاٹن کے ململی سے سوٹ میں سانچے میں ڈھلا روشنیاں بکھیرتا سراپا، سیاہ آنچل کے ہالے میں خوبصورت گلابی چہرہ، لمبی ستواں ناک، پنکھڑی سے نازک ہونٹ اور پری لب کے کنارے پر سیاہ چمکتا تل، بڑی بڑی سیاہ چمکدار آنکھیں ان پر پہرہ دیتیں سیاہ خم دار پلکیں، دائیں کاندھے پر پڑی سیاہ چوٹی، پیشانی پر جھولتی لٹیں، اس کی نگاہ ساکت رہ گئی تھی، اپنے گھر میں وہ کسی اجنبی کو دیکھ کر پریشان ہوئی تھی اور خود پر اس کی جمی نگاہیں خوف میں مبتلا کر گئیں تھیں۔

''آ...... آپ کون ہیں؟ اور ہمارے گھر میں کیا کر رہے ہیں؟'' وہ منمنائی تو اس کا ٹرانس ٹوٹ گیا لیکن وہ اب اس کی ساگر سے گہری آنکھیں دیکھ رہا تھا، خوبصورت لڑکیاں تو اس نے بہت دیکھی تھیں اور وہ اگر خوبصورت ہے تو یہ بات کوئی حیرت انگیز نہیں تھی مگر حسین آنکھیں سو میں سے کسی دو کی ہی ہوتی ہیں اور اس کی سیاہ چمکیلی آنکھوں میں خوف اور کی نے ایک عجیب کشش بھر دی ہے اور اس کے دل سے صدا آئی تھی کہ وہ ان مقناطیسی آنکھوں کی کشش سے کبھی باہر نہ آ سکے گا، اس نے اس کے ڈائریکٹ آنکھوں میں دیکھنے پر نگاہ پریشانی سے ادھر ادھر دوڑائی اور اپنے کمرے سے نکلتی بریقہ کو دیکھ کر وہ لپک کر اس کا بازو تھام گئی اس واقعہ کے بعد وہ اجنبی چہروں کو دیکھ کر خوف کا شکار ہو جاتی تھی۔

''بھابھی......'' اس کے آنسو گرنے لگے۔

''ارے میری جان! اتنا ڈری ہوئی کیوں ہو، یہ میرے بھائی ہیں، یزدان آفندی۔'' وہ اس کو بازو کے حلقے میں لیتی نرمی سے بولی تھی۔

''کچھ کہا بھائی نے تم سے؟'' اس نے جان کر پوچھا تھا کہ جانتی تھی اس نے کچھ نہیں کہا ہوگا بس وہ اسے دیکھتے ہی ڈر گئی ہوگی اور وہ نفی میں گردن ہلاتی اس سے الگ ہوئی اور پھر کسی کو دیکھے بنا کمرے میں واپس چلی گئی۔

''آپ کہاں کھوئے ہوئے ہیں؟'' وہ اس کو چپ دیکھ کر بولی اور وہ چونک اٹھا۔

''لگتی یہ لڑکی......'' اتنا ہی کہا کہ امید ہے کہ وہ ادھوری بات پر بھی جواب دے دے گی۔

''عشبہ تھی بھائی۔'' اس نے سرد سانس خارج کی تھی۔

''اوہو، یہ تو بہت کم عمر ہے۔''

''جی، ایک ہفتہ قبل ہی تو اٹھارہویں سالگرہ تھی، عشنہ اور عشبہ جڑواں ہیں۔'' وہ دلگرفتگی سے بتانے لگی کہ ان کی برتھ ڈے کا راہب نے بتایا تھا اور اس نے یزدان سے ہی ان کے لئے گفٹ منگوایا تھا اور اس نے گھر کے افسردہ ماحول کو دیکھتے ہوئے ہی کیک وغیرہ کا انتظام کر لیا تھا اور ان تینوں کو مسکراتے دیکھ کر اشہب مطمئن ہو گیا تھا اور اس کے شکریہ ادا کرنے پر وہ کھل اٹھی تھی کہ اس کے اقدام کو اشہب نے سراہا تو تھا۔

کچھ دیر بعد یزدان بہن سے اجازت لیتا اس کے گھر سے نکل آیا مگر کسی کا خیال چمکتی آنکھیں اس کے ذہن و دل سے چمٹ گئی تھیں راستے بھر وہ انہی کے خیال میں ڈوبا رہا، گھر آ کر بھی کیفیت ہنوز تھی سوتے ہوئے بھی اس کا خیال تھا اور جاگنے کے بعد بھی اس کو اپنی ہی کیفیت کچھ عجیب لگی کہ ایسا اٹھائیس سالہ زندگی میں کبھی نہ ہوا تھا جبکہ وہ باہر آزاد ملک میں بھی چار سال رہ کر آیا تھا، چند ایک سے رسمی علیک سلیک بھی تھی، مگر کسی کا خیال یوں ذہن و دل سے چپکا نہ تھا کہ اب تک وہ آنکھوں سے دیکھتا رہا تھا کوئی پہلی لڑکی تھی جسے آنکھ سے دیکھ کر دل نے محسوس کیا ہو اور دل میں اس کی شبیہہ اتر گئی تھی اور دل میں اتر جانے والے اتنی آسانی سے تو نہیں نکلتے، بہن کے گھر سے آنے کے دس دن تک وہ اس کے خیال میں ہی ڈوبا رہا دماغ کی ہر سرزنش دل نے در خود اعتنا نہ جانی اور گیارہویں دن وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا آفس سے جلدی نکل آیا تا کہ دید! یار کے قلب و آنکھوں کو تراوٹ پہنچا سکے، وہ خوش کن احساس میں محو گاڑی چلا رہا تھا کہ اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ذہن و دل کہیں اور تھے موڑ کاٹا تو بے دھیانی قائم تھی اور سامنے سے آئی گاڑی سے اس کی گاڑی ٹکرا گئی۔

☆☆☆

''بھابھی! کیا بات ہے آپ اتنا رو کیوں رہی ہیں؟'' وہ صحن میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھی تھی وہ کمرے سے نکلی تو پریشانی سے اس کے پاس آن ٹھہری۔

''بھائی! عشبہ وہ بھائی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔'' وہ بلک اٹھی تھی۔

''آپ پریشان نہ ہوں اور بھائی کو فون کر کے بلا لیں پھر ان کے ساتھ چلی جایئے گا۔''

ان دونوں نے ہی اشہب سے رابطہ کرنے کی کوشش کی بیل جا رہی تھی مگر وہ ریسیو نہیں کر رہا تھا اور پھر سوئچ آف شو ہوا تو اس نے غصہ سے سیل دیوار پر دے مارا۔

''آپ پریشان نہ ہوں میں عشنہ کو فون کرتی ہوں۔''

''نہیں عشنہ کو پریشان مت کرو۔'' وہ بولی تھی اور تب ہی دروازے پر دستک ہوئی اور اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

''بھائی ٹھیک ہیں نہ آیا؟'' اس نے روبینہ سے پوچھا تھا، جو گاڑی لے کر اس کو لینے آئی تھی۔

''میں نہیں جانتی ہوں بی بی چھوٹے صاحب ہاسپٹل میں ہیں، بس یہی مجھے پتہ ہے۔''

''او کے تم ٹھہرو، میں آتی ہوں۔'' وہ پلٹ کر بیگ لینے دوڑی، لوٹی تو یکدم عشبہ کا خیال آیا اور اس کے اٹھتے قدم رک گئے۔

''آپ چلی جایئے بھابھی، میں بھائی سے رابطہ کروں گی، نہیں تو عشنہ کو......''

''نہیں عشبہ، میں تمہیں اکیلے چھوڑ کر نہیں جا سکتی، ابھی تو دن کے چار ہی بجے ہیں، اشہب آٹھ بجے سے پہلے نہیں آئیں گے اور عشنہ تو راہب کے ساتھ خالہ کے گھر ہے اس کو نہیں بلا سکتے، میں ہی نہیں جاتی۔'' اس کا دل تڑپ رہا تھا لیکن احساس ذمہ داری کے سبب وہ ایسا فیصلہ کر گئی، وگرنہ اس کا بس چلتا تو وہ ہوا کے رتھ پر سوار ہوتی بھائی تک پہنچ جاتی۔

''م...... میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔'' وہ یہ کہنا چاہ رہی تھی مگر بولی نہ تھی کہ وہ کہیں جانے کے نام سے ہی بدکتی ہے، سگی خالہ کی وفات تک میں تو گئی نہیں تھی اور اس کی وجہ سے وہ دونوں باری باری وہاں رکی تھیں یعنی وہ جب تک وہاں تھی عشنہ گھر پر اس کے ساتھ تھی اور اشہب اس کو چھوڑنے آیا تھا تو عشنہ کو لے گیا تھا اور اب اس نے جانے کا کہا تو وہ بے یقین ہوئی تھی۔

''تم میرے ساتھ چلو گی؟'' وہ اس کو دیکھ رہی تھی۔

''میں جانا تو نہیں چاہتی ہوں بھابھی مگر آپ میری وجہ سے نہیں جائیں گی تو مجھے برا لگے گا کہ آپ کو جانا ہی چاہیے، کہ آپ کے بھائی تکلیف میں ہیں، ان کو آپ کی ضرورت ہو سکتی ہے، اکیلے گھر میں تو میں رہنے کا اب تصور بھی نہیں کر سکتی تو آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔'' وہ دلگرفتگی سے بولی تھی۔

''گھر کو لاک کر کے جائیں گے؟'' وہ اثبات میں گردن ہلاتی اپنے کمرے کی طرف

بڑھی، بڑی سی سیاہ چادر اوڑھے اور اس سے ہی چہرے پر حصار کیے وہ تالا چابی لئے باہر آ گئی، روم لاک کر کے وہ مین گیٹ کو تالا لگا کر گاڑی میں آ بیٹھیں، اس نے غفور سے بھی سب سے پہلے یزدان کی ہی خیریت دریافت کی تھی۔

''چھوٹے صاحب ٹھیک ہیں بی بی، میری صاحب سے بات ہوئی تھی۔'' وہ ادب سے بولا کہ سلطان آفندی سے اسے خوب ڈانٹ پڑی ہے کہ بریقہ کو یزدان کے ایکسیڈنٹ کا بتایا ہی کیوں، جبکہ بریقہ کو چوکیدار کی بیوی نفیسہ نے فون کر کے اطلاع دی تھی۔

''نہیں بھابھی ہاسپٹل میں کافی رش ہو گا، میں یہی ٹھیک ہوں۔'' اس نے ساتھ اندر جانے کی بجائے گاڑی میں رکنے کا فیصلہ کیا تھا چونکہ وہ نقاب کیے ہوئے ہے تو اس کی محض آنکھیں ہی نظر آ رہی ہیں اور اس نے روبینہ کو بھی گاڑی میں اس کے ساتھ رہنے کو کہا اور غفور کو گاڑی کے باہر رک کر انتظار کرنے کا کہتی وہ تقریباً دوڑتے ہوئے ہاسپٹل کے اندر داخل ہوئی تھی اور باپ کو دیکھتی ان سے لپٹ گئی۔

''ڈیڈی! بھائی کہاں ہیں؟ وہ ٹھیک ہیں نا؟'' اور وہ اسے تسلی دیتے اسے لئے پرائیوٹ روم میں آ گئے کہ اس کے ماتھے اور داہنے ہاتھ اور داہنے ہی پاؤں پر چوٹ لگی ہے اور اس کی بینڈیج کر کے اسے روم میں شفٹ کر دیا گیا ہے کہ اللہ نے کرم کر دیا ہے اور محض معمولی چوٹیں ہی آئی ہیں جبکہ ایکسیڈنٹ ہرگز بھی معمولی نوعیت کا نہ تھا۔

''آئی ایم فائن، میری جان، آئی ایم فائن۔'' وہ اس کے ماتھے اور ہاتھ پر پٹی بندھی دیکھ کر رو رہی تھی۔

''آپ کیسے ڈرائیونگ کر رہے تھے جو یہ سب ہو گیا؟'' وہ سوں سوں کر رہی تھی۔

''ہاں کسی کے حسین خیال کی سزا ہے۔'' مسکرایا تھا۔

''میں سمجھی نہیں بھائی؟'' وہ ٹھٹکی تھی۔

''ارے کچھ نہیں، تم اکیلی آئی ہو، اشہب کہاں ہے؟'' اس کا دھیان بٹانے کو بولا تھا۔

''نفیسہ نے جب مجھے بتایا تو میں نے اس سے کہہ دیا کہ وہ ڈرائیور کو بھیج دے کہ اشہب آفس گئے ہوئے ہیں اور گھر میں بھی کوئی نہ تھا میں تو آ نہیں رہی تھی کہ عشبہ کو اکیلے نہیں چھوڑ سکتی تھی اور وہ میرے خیال سے آ گئی۔'' وہ اس کا پٹی میں جکڑا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔

''عشبہ ساتھ آئی ہے تو ہے کہاں؟'' وہ بے قراری سے پوچھ رہا تھا۔

''وہ گاڑی میں ہی ہے کہ لوگوں سے گھبراتی ہے، اب میں چلوں گی بھائی وہ پریشان ہو رہی ہو گی، میں رات میں دوبارہ آ جاؤں گی۔'' وہ عشبہ کا خیال آتے ہی جانے کو کھڑی ہو گئی اور اسی وقت نرس نے اس کے ڈسچارج کا آ کر بتایا تھا۔

''چلیں شکر، آپ گھر جا کر آرام کیجئے گا، آفس تو جانے کا سوچیے گا بھی مت، میں رات میں گھر آؤں گی۔'' وہ فکرمندی سے بولی تھی اور وہ جو اس کی ایک جھلک دیکھنے کو جا رہا تھا راستے میں حادثہ پیش آ گیا اور وہ اس کا آنا غیبی امداد سمجھ کر اس کے ساتھ ہی نکل آیا کہ سلطان آفندی اس کی رپورٹس وغیرہ لے کر کچھ دیر قبل ہی گئے تھے اور ان کے کہنے پر ہی اس کا ڈسچارج ہوا ہے۔

''اوہو، میری گاڑی تو وہیں ہے جہاں حادثہ ہوا تھا۔'' کوریڈور کراس کرتے ہوئے اسے خیال آیا تھا۔

''ڈرائیور ہے نہ بھائی، وہ پہلے مجھے ڈراپ



کر دے گا اور پھر آپ لوگ گھر چلے جایئے گا۔'' اس نے فوراً ہی حل پیش کیا تھا۔

''ارے نہیں چندا، میں ٹیکسی سے ہی گھر چلا جاتا ہوں کہ تمہارے ساتھ تمہاری نند بھی ہے اشہب نہ جانے کیا سوچے؟'' وہ پارکنگ تک آ گئے تھے۔

''اشہب کچھ کیوں سوچیں گے اور میں جب ساتھ ہوں تو کوئی پرابلم ہی نہیں ہے۔'' وہ اس کی بات کی گہرائی جانے بغیر بولی تھی اور ڈور کھولا تھا۔

''تھینک گاڈ، بھابھی آپ آ گئیں مجھے کتنا ڈر لگ رہا تھا۔'' وہ اس کو دیکھتے ہی بے تابی سے بولی تھی۔

''روبینہ تھی تو تمہارے ساتھ پھر ڈرنے والی کیا بات تھی؟'' وہ مسکرائی تھی مگر وہ یزدان آفندی کو دیکھنے کے بعد مسکرا بھی نہ سکی اور اس کے بیٹھنے پر اسے الجھن بھی ہوئی تھی اور اس نے الجھن بھری نگاہوں سے برابر بیٹھی بھابھی کو دیکھا مگر وہ یزدان کی طرف متوجہ تھی اور اس کی آنکھوں کی تحریر یزدان نے باآسانی پڑھ لی تھی کہ کچھ تحریریں بہت مشکل ہو کر بھی پڑھنا آسان ہوتا تھا، دونوں کی نگاہیں ٹکرائیں تو وہ فوراً ہی نظریں چرا گئی جبکہ وہ مسکرا دیا تھا۔

''ہائے، ہاؤ آر یو عشبہ؟'' گاڑی اسٹارٹ ہونے کے بعد اس نے عشبہ سے اس کا تعارف کروایا تھا ساتھ چلنے کی وجہ بھی بتائی تھی اور وہ کچھ نہیں بولی تھی یہ بھی نہیں کہ وہ اسے پہچان گئی ہے نہ وہ اس کا بھائی ہے اور اس کے خاموش رہنے پر اس نے ہی پہل کی تھی اور پوچھا تھا۔

''ہاؤ آر یو؟ عشبہ۔''

''میں اچھی ہوں۔'' وہ منمنائی تھی مگر آگے سے اس کی خیریت نہ پوچھ سکی کہ مردوں سے بات کرنے کا کبھی اتفاق ہی نہیں ہوا اور اس کے معصومیت سے کہنے پر وہ دونوں ہی بے ساختہ ہنسے تھے اور وہ گڑبڑا کر بھابھی کو دیکھنے لگی۔

''سو کیوٹ۔'' اس کے دیکھنے پر وہ نرمی سے بولی تھی، وہ جھینپ گئی تھی مگر اس کے تاثرات وہ دونوں ہی نہ دیکھ سکے، باقی راستے وہ ہی بولتی رہی اور وہ دلچسپی سے جواب دیتا رہا۔

''اللہ حافظ بھائی! اپنا بہت سارا خیال رکھیے گا۔'' وہ اترتے ہوئے بولی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے اس کو دیکھ رہا تھا جو گاڑی رکتے ہی اتری تھی جیسے قید سے رہائی ملی ہو، سیاہ چادر میں سے چمکتی جھانکتی آنکھیں جبکہ اس کا قرار لوٹ لے گئی تھیں، وہ بھائی کو خدا حافظ کہتی گاڑی سے اتری تو پہلی ہی نگاہ اشہب پر پڑی جو گھر کے باہر ہی کھڑا تھا اور اس کے اتر کے آنے تک عشبہ اس کو ہینڈ بیگ سے کی نکال کر دے چکی تھی اور وہ تالا کھول کر عشبہ کے اندر جاتے ہی خود بھی اندر چلا گیا۔

''کہاں گئی تھیں تم؟ جانے سے پہلے بتایا تک نہیں ایک گھنٹہ سے باہر کھڑا ہوں، کال تک ریسو نہیں کر رہی تھیں؟'' وہ اس کے گھر میں قدم رکھتے ہی اس پر گرجا تھا۔

''اشہب...... وہ بھائی؟''

''بھائی کیا، بریقہ جانے سے پہلے انفارم کر سکتی تھیں اور تم میری اجازت کے بغیر گھر سے گئیں تو گئیں کیسے؟ اور کس سے پوچھ کر تم عشبہ کو ساتھ لے کر گئیں؟'' اس کو بولنے ہی نہیں دیا۔

''بھائی وہ بھابھی کے......''

''تم چپ رہو، میں تم سے بات نہیں کر رہا۔'' اس نے عشبہ کو جھڑک دیا تھا اور وہ تو اس کے چیخنے چلانے پر ہی خائف ہو رہی تھی کہ اس نے آج سے قبل اس لہجے میں گھر میں بات کی ہی

نہیں ہے، اس کے ڈائریکٹ ڈپٹنے پر وہ روتے ہوئے کمرے میں چلی گئی۔

''آپ نے عشبہ کو کیوں ڈانٹ دیا، وہ بے چاری تو...''

''میں اپنی بہن کو ڈانٹوں یا نہیں، تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونے چاہیے، مجھے اس بات کا جواب دو تم کہ تم اسے کس سے پوچھ کر اپنے گھر لے گئیں اور اپنے بھائی کو ساتھ کیوں لائی تھیں جب عشبہ تمہارے ساتھ تھی؟ جواب دو۔'' وہ دھاڑا تھا۔

''میں عشبہ کو گھر نہیں لے گئی تھی، بھائی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا میں ان کو دیکھنے ہاسپٹل گئی تھی۔'' وہ روتے ہوئے خائف لہجے میں بولی اس کے غصہ کو جھاگ کی طرح بھاتی ندامت کے زیر اثر لے گئی۔

''میں عشبہ کو اکیلے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی اس لئے ہاسپٹل جانا کینسل کر دیا تھا، عشبہ نے خود میرے ساتھ چلنے کو کہا تو میں اسے لے گئی، مگر وہ روبینہ کے ساتھ گاڑی میں ہی رہی تھی اور جہاں تک بھائی کے ساتھ آنے کی بات ہے تو اشہب تو میرے بھائی کوئی غلط انسان نہیں ہیں جو آپ نے اس طرح کی بات کی اور آپ کی بہن اب میری بھی کچھ لگتی ہے اس کا خیال نہ ہوتا تو اکیلے چھوڑ کر چلی جاتی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ عشبہ......'' وہ اس کو غصہ سے دیکھتی کمرے کی جانب بڑھ گئی اور وہ گہری سانس لے کر رہ گیا کہ آفس میں باس سے منہ ماری ہو گئی تھی اور غصہ میں گھر آیا تو تالا پا کر اس کے نمبر پر ٹرائی کیا تھا مگر پاور آف آ رہا تھا اور عشبہ کو فون کیا تو وہ بھی کچھ نہیں جانتی تھی اس کا غصہ سوا نیزے پر جا پہنچا اسی لئے وہ اس کی سنے بغیر غصہ کر گیا مگر اب افسوس ہو رہا تھا۔

☆☆☆

''ہاتھ چھوڑیں میرا اشہب!'' اس نے اپنے رویے کی معذرت کی تھی مگر وہ اس کے رویے سے زیادہ اس کے لفظوں سے ہرٹ ہو گئی تھی اس لئے توجہ نہ دی اور الماری میں سے کپڑے نکال کر چینج کرنے چلی گئی، اس کو غصہ تو آیا مگر اس کا حق بجانب جان کر نظر انداز کر گیا وہ شاور لے کر نکلی تو اس کو حیرت سے دیکھا کہ رات کے نو بجے ٹھنڈے موسم میں نہانے کی تک اس کو سمجھ نہیں آئی تھی اور حیرت دیکھتے ہی دیکھتے والہانہ پن میں ڈھل گئی تھی کہ وہ نکھری نکھری لگ ہی اتنی اچھی لگ رہی تھی اور وہ اس کی بدلتی کیفیت سے انجان شیشے کے سامنے کھڑی بال بناتے ہوئے مصروف سے انداز میں بولی تھی۔

''آپ مجھے بریقہ ولاز چھوڑ آئیں گے یا میں ڈرائیور کو بلالوں؟''

''اتنی رات کو کہیں جانے کی کیا ضرورت ہے؟'' بیڈ سے ٹیک لگائے نگاہ اس پر جمائے بولا تھا۔

''بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور وہ لاپرواہ بہت ہیں، اپنا بالکل خیال نہیں رکھیں گے، اس لئے گھر جانا چاہتی ہوں۔'' اس نے بال سلجھا کر پشت پر کیے اور آنکھوں میں کاجل لگانے لگی کہ وہ گھر میں کچھ تیاری نہیں کرتی کہ جب شوہر کو ہی پرواہ نہیں ہے تو وہ کیوں اور کس کے لئے سنگھار کرے؟ مگر میکے جاتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھتی ہے کہ جان سے زیادہ چاہنے والے بھائی اور باپ کو اپنی ناخوشگوار ازدواجی زندگی کا پتا کر بھی نہیں کر سکتی اس لئے سب اچھا ہے کہ عملی تفسیر بن کر ہی جاتی ہے اور وہ اس کو دیکھ رہا تھا کہ کاجل اور شوخ رنگ کا لپ اسٹک سے ہی اس کا خوبصورت چہرہ مزید خوبصورت ہو گیا ہے اور



وہ جواب لینے کو مڑی تھی مگر اس کی خاموشی میں پنہاں جذبوں کی آنچ محسوس کیے بنا سائیڈ ٹیبل پر رکھے سیل فون کو اٹھانے کو بڑھی تھی اور وہ اس کا ہاتھ تھام گیا تھا اس کی پیش رفت پر وہ حیران ہوئی تھی کہ ایسی کوئی امید کہاں تھی اور وہ بولا تھا۔

''صبح آفس نہیں جاؤں گا، اس لئے ابھی مت جاؤ کل دوپہر میں، میں خود تمہیں لے جاؤں گا۔'' اس کی حیرت میں اضافہ ہو گیا تھا کہ اس نے سختی سے کہہ دیا تھا کہ وہ اس کے باپ کی چوکھٹ پر کبھی قدم بھی نہ رکھے گا مگر کسی امید کے تحت ہر بار جانے سے قبل اس سے ضرور ساتھ چلنے کو کہتی تھی اور اس کی کاٹ دار نگاہ پر شرمندہ ہو جاتی تھی مگر آج وہ خود سے ہی جانے کی حامی بھر رہا تھا تو اسے حیران ہونا ہی تھا۔

''آپ آفس کیوں نہیں......'' ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تھی کہ وہ اس کو اپنی طرف کھینچ گیا تھا اور وہ کوئی مزاحمت بھی نہیں کر سکی تھی۔

☆☆☆

''یزدان، میں نے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔'' سلطان آفندی نے تمہید باندھی تھی اور وہ خوش دلی سے حکم کرنے کو کہہ گیا۔

''میں نے جو کیا یزدان میں اس پر نادم ہوں کہ بیٹی کی خوشی کو اپنی ضد بنا لیا تھا اور میں نے ضد و گھمنڈ میں کچھ بھی نہیں سوچا نہ اشہب کی بہن کے بارے میں تو بالکل بھی نہیں مگر جب اشہب کا جی کے ساتھ توہین آمیز رویہ و سلوک دیکھا تو احساس ہوا کہ کچھ تکلیفیں خود ہماری غلطیوں کے سبب ہمیں اٹھانا پڑتی ہیں۔'' وہ باپ کی آنکھوں میں نمی دیکھ رہا تھا کہ جس بیٹی سے بھی اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی اس کے گال پر انگلیوں کے نشان جس کڑے دل سے دیکھے تھے یہ تو بس وہی جانتے ہیں، اشہب نے ان کی دکھتی رگ پکڑلی تھی۔

''نہ میں وہ سب کرتا نہ اشہب جی کے ساتھ بری طرح پیش آتا۔''

''ڈیڈی! جو ہوا ہونا نہیں چاہیے تھا مگر اب کیا کر سکتے ہیں۔'' باپ کی شرمندگی اس سے دیکھی نہ گئی۔

''ازالہ!'' وہ ایک لفظ بولے اور الجھ جانے والے بیٹے کو دیکھا اور وہ بات کہنے لگے جس کے لئے تمہید باندھی تھی۔

''میں اپنے کیے کا ازالہ چاہتا ہوں یزدان، مگر یہ تب ہی ممکن ہے جب تم میرا ساتھ دو گے؟'' وہ بیٹے کو امید بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

''ڈیڈی! میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھا۔''

''یزدان! میں چاہتا ہوں تم اس بچی سے شادی کر لو۔'' وہ بے طرح چونکا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ ایسی کوئی بات کریں گے۔

''آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟'' ناسمجھی سے بولا تھا۔

''اشہب کی بہن کی، جس کو میں نے کڈنیپ کروایا تھا۔'' ان کی بات پر وہ حیرانگی کی بجائے مسرت کا شکار ہو گیا تھا اور اپنے سوال کا جواب لینے کو وہ ان کے چہرے پر نگاہ جمائے ہوئے تھے اس کے کھل جانے والے چہرے کو حیرانگی سے دیکھا کہ انہیں لگا تھا کہ وہ انہیں مانے گا اور غصہ ہو گا مگر یہاں تو معاملہ ہی دوسرا تھا۔

''تم اس بچی سے شادی کر لو گے نہ یزدان؟'' اس کے چہرے پر واضح اقرار پڑھ کر بھی بولے اور وہ تو باپ کو دوست ہی مانتا ہے، ہمیشہ ہر بات ان سے شیئر کی تھی اور جب وہ بنا

کیے اس کے دل کی بات پوری کرنے جا رہے تھے تو اس نے انہیں ہر ایک بات دل کی کیفیت بتا دی اور وہ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گئے۔

''ڈیڈی وہ واحد لڑکی ہے جس سے آپ کے بیٹے نے پہروں سوچا ہے اور اسی کو سوچ رہے تھے نہ جو ایکسیڈنٹ ہوا؟'' وہ کان کھجانے لگا۔

''یو ڈونٹ وری، میں اشہب سے بات کروں گا لیکن۔'' وہ رکے تھے اور اسے اپنے دل کی دھڑکن بند ہوتی محسوس ہوئی۔

''اسے فورس نہیں کروں گا، اگر وہ چاہے گا تو پرپوزل ایکسپٹ کر لے گا اور ہم اس کے انکار کا احترام کریں گے کہ جو غلطی پہلے کی اسے دہرانا نہیں ہے۔'' وہ بیٹے کا اتر جانے والا چہرہ دیکھتے اس کا ہاتھ تھام گئے۔

''وہ تمہارا نصیب ہو گی تو ضرور وہ تمہاری بن جائے گی، کہ میں بجی کی طرح تمہاری کوئی آزمائش نہیں چاہتا، کہ بجی کے آنسو مجھے سونے نہیں دیتے جس بیٹی کو ہتھیلی کا چھالہ بنائے رکھا وہ کیسی زندگی بسر کر رہی ہے، اندازہ ہے مجھے۔'' وہ آزردہ ہو گئے تھے کہ اپنی بیٹی کو تکلیف میں دیکھنے کے بعد ہی کسی اور کی تکلیف کا احساس کرنے کے قابل ہوئے تھے۔

''ڈیڈی! تو آپ ایسا صرف بجی کی خوشیوں کے لئے چاہتے ہیں۔''

''نہیں مجھے پچھتاوا ہے اور میں سچے دل سے ازالہ کرنا چاہتا ہوں، بجی کا اس میں کوئی لینا دینا نہیں ہے کہ سودے بازی کا انجام دیکھ چکا ہوں تو غلطی کیسے دہرا سکتا ہوں؟'' وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دیئے۔

''میری برائی کا اثر میری بیٹی کی زندگی پر پڑا تو میں اچھائی کے راستے پر چلنا چاہتا ہوں تاکہ میری کوئی نیکی اللہ کو پسند آ جائے اور میری بیٹی کی زندگی خوشیوں سے بھر جائے، میں بجی کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں، مگر صرف جائز طریقے سے میں نے ازالے کی راہ اپنی برائی کے خاتمے کے لئے نکالی ہے اور رہ گئی بات بجی کی تو میں اس کا معاملہ اللہ پر چھوڑ چکا ہوں، بیٹی کے لئے اس کی خوشیوں کے لئے میں صرف اس ذات اقدس کے آگے سوالی ہوں اور مجھے امید ہے کہ میرا اللہ مجھے مایوس نہیں کرے گا۔'' وہ باپ کا نیا مگر بہت پیارا روپ دیکھ رہا تھا۔

''اور اب یہ بھی اللہ کی ہی رحمت ہے کہ میرے ذہن و دل کی آواز تمہارے دل کی بھی آواز ہے اور تم اس بچی کو ازالے کے طور پر نہیں صرف اس لئے خوش رکھو گے کہ تم اس کو خوش رکھنا چاہو گے کہ تمہاری خوشیاں اس سے جڑی ہیں، میں آج ہی اشہب سے بات کروں گا آگے اللہ کی مرضی۔'' وہ بیٹے کو بہت کچھ باور کراتے اس کے روم سے نکل آئے۔

☆☆☆

''ڈیڈی!'' وہ ان کے کاندھے سے آ لگی۔

''کس کے ساتھ آئی ہے میری جان۔'' نرمی سے اس کی پیشانی پر بوسہ دے کر پوچھا تھا۔

''اشہب کے ساتھ آئی ہوں، بھائی کہاں ہیں؟'' وہ مسکرا کر بولی تھی اور آج وہ گزرے دنوں کی نسبت کچھ خوش اور کھلی کھلی تھی۔

''اپنے کمرے میں ہے، تم جا کر مل لو اس سے۔'' وہ اس کی خوشیوں کی دعا دل ہی دل میں کرتے بولے اور باہر کی طرف بڑھے کہ موقع ہے تو اس سے بات ہی کر لیں، وہ بائیک اسٹارٹ کر رہا تھا اور ان کو دیکھ ذہن و دل میں غصہ کی لہر دوڑ گئی کہ ان کے سامنے سے کترانے کے سبب ہی تو وہ یہاں نہیں آنا چاہتا تھا مگر رات



میں اپنی ہی جھونک میں حامی بھر لی تھی تو انکار نہ کر سکا اور اب تک وہ چلا بھی گیا ہوتا، مگر بائیک کو ہی نہ جانے کیا ہو گیا تھا چل کر ہی نہیں دے رہی تھی۔

''السلام علیکم!'' وہ بے ساختہ امڈنے والی مسکراہٹ روک نہ سکے کہ اس کی آنکھوں میں ان کے دیکھتے ہی جو ناپسندیدگی و غصہ دوڑا تھا وہ نظر انداز کرنے والا نہ تھا مگر اس نے انہیں سلام کر کے اپنی اچھی پرورش کا ثبوت فراہم کر دیا تھا۔

''وعلیکم السلام کیسے ہو؟'' وہ نرمی سے پوچھ رہے تھے اور تبھی بائیک اسٹارٹ ہو گئی تھی۔

''ٹھیک ہوں، اللہ حافظ۔'' ذہن و دل کثافت کا شکار ہونے لگے تھے مگر اسے یہ اچھا نہیں لگا کہ وہ ان کی بات کا جواب دیئے بغیر جائے اس لئے دو لفظی جواب کے ساتھ ہی خدا حافظ بھی کہہ دیا۔

''مجھے تم سے بات کرنی ہے اشہب۔'' ہینڈل پر رکھے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اس نے ناگواری سے انہیں دیکھا۔

''مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی، پہلے ہی آپ......''

''پلیز میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔'' نرمی سے ریکویسٹ کی گئی تھی اور وہ اپنی ازلی مروت سے مار کھاتا ان کے ساتھ اندر چلا آیا کہ وہ اسے اپنے کمرے میں لے آئے تھے تاکہ سکون سے بات کر سکیں۔

''اشہب! کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے؟'' وہ ان کے بولنے کا منتظر تلخی کا شکار ہو گا۔

''آپ میری جگہ ہوتے تو کیا مجھے معاف کر دیتے؟''

''نہیں کہ کچھ گناہ کی بو آئے وہ معافی کے لائق نہیں ہوتے۔'' وہ ان کو حیرانگی سے دیکھ رہا تھا۔

''میں آپ کو معاف کرنا چاہتا ہوں، لیکن کر نہیں پا رہا، کہ اپنی توہین تو چاہوں تو بھول سکتا ہوں، اپنی بہن کی توہین نہیں بھول سکتا۔'' ان کی آزردگی اسے بھی آزردہ کر گئی۔

''میں تمہاری بہن کا مجرم ہوں اشہب اور میں معافی نہیں ازالہ چاہتا ہوں۔'' وہ خود کو کمپوزڈ کر کے کہتے اس کو ورطہ حیرت میں ڈال گئے اور انہوں نے ازالے کی صورت بتائی تو وہ بیٹھے سے کھڑا ہو گیا اور عالم بے یقینی میں انہیں دیکھنے لگا کہ ان کا احترام میں خاموشی سے چلا آیا اور غصہ کو دباتا رہا مگر جو بات انہوں نے اس کی تو تصور بھی نہ تھا اور وہ اس کی بے یقینی بھانپتے ہوئے کچھ کہنے لگے تھے کہ وہ بے یقینی سے نکلتا غصہ کی لپیٹ میں آتا طنزیہ لہجے میں بولا۔

''واہ مسٹر سلطان آفندی کیا کہنے ہیں آپ کے سودے بازی میں تو آپ خوب ہی ماہر ہیں، بازی الٹ گئی تو نیا داؤ چلنے کا سوچا، مگر آخر میری معصوم بہن نے آپ کا کیا بگاڑا ہے جو ہر بار مہرہ اسے ہی بناتے ہیں؟'' اس کی کنپٹی کی رگیں پھڑک رہی تھی۔

''تم میری بات ٹھنڈے دل سے سن کر سوچ سمجھ کر فیصلہ......''

''رہنے دیجئے بس، پہلے میری بہن کو اپنی بیٹی کی محبت دلانے کو استعمال کیا اور اب اس کی خوشیوں کے لئے نیا داؤ چل رہے ہیں۔''

''میں کوئی داؤ نہیں چل رہا، جو تم سے کہا وہ صرف تمہاری بہن کا اس کی خوشیوں و عزت کا خیال کر کے کہا کہ میں اپنے کیے پر نادم ہوں خود کو اس بچی کا مجرم پاتا ہوں، محض اس لئے نہ کہ اپنی بیٹی کی خوشیوں کے لئے، کہ میں کل بھی طاقتور تھا آج بھی طاقتور ہوں، جیسے شادی کے لئے مجبور کر

سکتا ہوں جی کی سیکیورٹی کے لئے میں سب کچھ کر سکتا ہوں مگر کرنا نہیں چاہتا کہ میں جان گیا ہوں کہ بزور طاقت صرف جنگ کے فیصلے ہوتے ہیں ایک کی ہار اور ایک کی جیت اور تم میری بیٹی کی محبت اس کے شوہر ہو، تمہاری ہار، میری بیٹی کی ہار ہی ہو گی اور میں سودا بازی کا نقصان دیکھ چکا ہوں تو بے وقوف نہیں ہوں کہ غلطی دہراؤں میں صاف دل و نیت سے تمہارے سامنے پرپوزل رکھ رہا ہوں اور تم قبول کرو یا نہیں، میں جی کے لئے تم سے کوئی بات نہیں کروں گا کہ مضبوط رشتہ سودے بازی کے ذریعے قائم کر کے جواب طلبی کا میں حق کھو چکا ہوں اور یہ سچائی ہے کہ اپنی بیٹی کے آنسو دیکھ کر ہی تمہارے درد کا اندازہ کرنے کے قابل ہوا اور میں نیک نیتی سے تمہاری بہن کو اپنی بہو بنانا چاہتا ہوں تاکہ جی کی خوشیوں کے ضمانت سمجھ کر، فیصلے کی ڈور تمہارے ہاتھ میں ہے شادی کے لئے راضی ہو تو ایک فون کر دینا عزت اور شان سے تمہاری بہن کا رشتہ لے کر آؤں گا اور میرے اس گھر میں اس کو اتنی ہی چاہت و عزت ملے گی جس کی حقدار ایک بہو ہوتی ہے، جی کو دی جانے والی اذیت کا اس سے بدل نہیں لیا جائے گا کہ اس معصوم کا میں پہلے ہی بہت نقصان کر چکا ہوں، میرے اس اقدام سے شاید اللہ مجھے میرے کیے کے لئے معاف کر دے اس پر ظلم کر کے میں خدا کے قہر کو آواز نہیں دے سکتا۔''

وہ ان کو دیکھ رہا ہے جن کے چہرے و آنکھیں سچائی بیان کر رہی ہیں، وہ بری طرح الجھے ذہن کے ساتھ ان کے گھر نے نکل آیا، جتنا سوچ رہا تھا اتنا ہی مزید الجھ رہا تھا کہ ان کے دلائل میں وزن تو تھا کیونکہ وہ جو پہلے کر چکے بیٹی سے برتے جانے والے رویے کے بعد دوبارہ کر سکتے تھے، بیوی پر زدو کوب کے چارج میں حوالات کی سیر کروا سکتے تھے، مگر وہ تو ٹھنڈے ہو کر بیٹھ گئے تھے کہ وہ مجموعی طور پر ایک اچھے انسان ہیں دونوں بچے ہی کائنات ہیں اور ان کی خوشی کے لئے ہر حد سے گزر جانے کو تیار، اس کی سوچوں کا گراف بلند ہوتا اس کے سر میں درد کرنے لگا اور وہ گھر سے نکل آیا یونہی سڑکوں پر چکراتے وہ خالہ کی طرف آ گیا، خالو سے بات کرتے ہوئے ذہن کچھ ریلیکس ہو گیا تھا اور اس کو آئے پندرہ منٹ ہوئے تھے کہ مہوش آ گئی، رئیس اس کو باہر ہی چھوڑ کر چلا گیا تھا، مہوش کے ابا عصر کی نماز ادا کرنے کمرے میں چلے گئے اور وہ اس کے خیر خیریت دریافت کرنے لگا۔

''اللہ کا شکر ہے، اپنی زندگی میں خوش اور مطمئن ہوں۔'' اس کو کچھ بے یقینی سے ہوئی تھی اور وہ اس کی حیرت بھانپ گئی۔

''ہم مشرقی لڑکیاں، محبت کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر پاتیں مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے کہ ہم لڑکیاں عزت اور گھر کے بغیر نہیں جی سکتیں۔'' وہ دھیمے لہجے میں بول رہی تھی اور رئیس چوکھٹ پر ہی رک گیا تھا کہ وہ اس کا بیگ دینے آیا تھا جو وہ بائیک کے ہینڈل میں لگا چھوڑ آئی تھی۔

''میں نے تم سے محبت کی تھی، مگر اب میں صرف رئیس سے محبت کرتی ہوں، تمہاری محبت کھو کر تو زندہ ہو، رئیس کی محبت کھو کر زندہ نہیں رہ پاؤں گی کہ ہم لڑکیاں محبوب کے بغیر رہنے کی عادی ہوتی ہیں اور شوہر کے بغیر رہنے کی عادی ہو ہی نہیں سکتیں، کہ محبوب چند لفظ خوابوں کے اور شوہر زندگی کا ہر سکھ دیتا ہے اور ہم لڑکیاں محبت کے بغیر رہ سکتی ہیں عزت اور سکھ کے بغیر نہیں رئیس نے مجھے عزت سکھ سب ہی کچھ دیا اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ انہوں نے مجھے محبت بھی دی اور میں ان کے ساتھ بہت زیادہ خوش ہوں۔'' وہ دھیمے سے مسکرائی تھی اور وہ جس خاموشی سے آیا تھا اسی خاموشی سے لوٹ گیا مگر ساتھ یقین و یاں بھی لے گیا تھا کہ ذہن و دل میں جو گرہ تھی وہ کھل گئی تھی۔

''اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔'' وہ سچے دل سے اس کے لئے دعا گو ہے۔

''شکریہ دعاؤں کے لئے اور تم مجھے کچھ پریشان لگ رہے ہو سب ٹھیک تو ہے؟'' وہ دونوں ساتھ کھیل کر بڑے ہوئے تھے، دونوں میں کافی دوستی رہی تھی اس کے بن کہے دل کی کیفیت جان لینے پر اسے ذرا بھی حیرت نہ ہوئی اور اس نے اسی کو شریک راز کر لیا کہ اسے کسی کے مشورے کی ضرورت ہے یہی سوچ کر تو خالو کے پاس آیا تھا مگر ان سے کہہ نہ سکا کہ ان سے اتنا فرینک نہیں ہے خالہ ہوتیں تو کب کا کہہ چکا ہوتا۔

''تم پرپوزل ایکسپٹ کر لو اشبو، کہ انہوں نے اگر نیک نیتی سے نہیں صرف اپنی بیٹی کی خوشیوں کے لئے بھی یہ فیصلہ لیا ہے تو اس میں تمہارا بھی فائدہ ہے اور سب سے بڑھ کر عشبہ کا کہ چند سال بعد جب اس کی شادی کرنے کھڑے ہو گئے تو اغواء کا اشوز پر بحث ضرور آئے گا اور یہ لوگ کم از کم اس ایکسیڈنٹ کے حوالے سے عشبہ کو ٹارچر نہیں کر سکیں گے۔'' وہ ساری تفصیل جان کر کچھ لکھے تو کچھ بول ہی نہ سکی تھی کہ اسے اندازہ ہی نہ تھا کہ لوگ اپنے مفاد کے لئے کس حد تک جاتے ہیں۔

''لیکن میرا دل نہیں مان رہا، عشبہ کے ساتھ پہلے ہی زیادتی ہو چکی ہے اب مزید اس پر ظلم سہہ نہیں پاؤں گا۔''

''یہ قدم اس زیادتی کا ازالہ ہو گا جس نہج پر جا کر میں اس سب کو دیکھ رہی ہوں تم نہیں دیکھ سکتے کہ عورت کے احساسات ایک عورت ہی سمجھتی ہے اور ایک مرد اتنا اعلیٰ ظرف نہیں ہوتا کہ اغواء شدہ لڑکی کو عزت سے اپنائے کہ ہمارا معاشرہ طلاق یافتہ اور اغواء شدہ لڑکی کو کوئی خطا نہ بھی ہو تو قبول نہیں کرتا اور تم سوچو کہ عشبہ کی جس سے شادی کرو گے وہ عشبہ پر بھروسہ نہ کر سکے گا تو کیا کرو گے؟ یہاں کم از کم ایسا نہیں ہو گا، وہ لوگ عشبہ کا ندامت میں ہی سہی خیال رکھیں گے اور سلطان آفندی نے بیٹے سے بات کیے بغیر تم سے بات نہیں کی ہو گی، ابھی وہ باپ کے احترام بہن کی خوشیوں کے لئے ایسا کر رہا ہو گا بھی تو کوئی عیب یا پریشانی کی بات نہیں ہے، عشبہ ہر لحاظ سے ایک مکمل لڑکی ہے حسن و جمال میں بھی حسن سیرت و کردار میں بھی اور وہ شخص ایک نہ ایک دن ہر ازالے کی روشنی سے نکل کر اسے چاہے گا اور ایسا نہیں بھی کر پایا تو میں نے کہا نہ کہ ہم عورتوں کو محبت کی نہیں عزت اور گھر کی چاہ ہوتی ہے اور وہ شخص عشبہ کو ایک گھر اور عزت دے گا تو وہ مطمئن رہے گی اور انسان کی خوشی سے بڑھ کر اس کا اطمینان ہوتا ہے کہ اطمینان ذہن و دل میں ہوتا ہے اور خوشی کا کیا ہے کہ بعض دفعہ تو دنیا دکھاوے کو بھی خوشی کا اظہار کرنا پڑتا ہے اور یہ فیصلہ تم نے کرنا ہے کہ تم عشبہ کو مطمئن دیکھنا چاہو گے یا محض خوش۔''

اس نے بہت طریقے سے ہر ایک پہلو سامنے رکھ کر اسے سمجھایا تھا اور وہ گھر آ کر سوچتا رہا اور اس کا دل اس رشتے پر جھکنے لگا لیکن اس نے فیصلہ کرنے سے قبل اللہ کی رضا جان لینا ضروری سمجھا، عشاء کی نماز کے بعد اس نے استخارہ کیا تھا اور مطمئن سا سونے لیٹ گیا کہ باپ کے مرنے کے بعد وہ چھوٹے بہن بھائیوں

کا باپ بن گیا اور ماں کی فوتگی کے بعد ماں بننے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔

☆☆☆

''اشہب، میں نے آپ سے بات کرنی ہے۔'' وہ آدھے گھنٹے قبل ہی ڈیڑھ دن میکے میں رہنے کے بعد ڈرائیور کے ساتھ گھر آئی تھی، جب وہ آئی تھی تو وہ سب رات کا کھانا کھا رہے تھے وہ کھانا کھا کر آئی تھی مگر عشنہ و عشبہ کے بار بار کہنے پر کھانا کھایا تھا اور چائے کے دوران وہ ان سب سے گپ شپ کرتی رہی تھی کہ اسے نیند بھی نہیں آ رہی کہ وہ میکے میں خوب نیند پوری کر کے آئی ہے، تقریباً دو گھنٹے بعد وہ کمرے میں آئی تو وہ بستر پر دراز تھا اور وہ اپنی جگہ پر آتے ہوئے بولی تھی مگر اس کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا تھا کہ وہ سو چکا تھا مگر اس نے خیال کیے بناء اس کا کاندھا ہلایا۔

''اشہب، مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔'' وہ کاندھا ہلاتے ہوئے اس پر جھکی تھی۔

''بات تو صبح بھی ہو سکتی ہے، اس وقت سونے دو۔'' وہ کروٹ بدل گیا تھا۔

''اوف ایک تو انہیں نیند اتنی نہ جانے کیوں آتی ہے۔'' وہ غصہ سے کہتی اٹھی اور چینج کرنے چلی گئی اور اس کی نیند کا خیال کیے بغیر جو چیز اٹھا رہی تھی شور کے ساتھ اور واپس رکھ نہیں رہی تھی پٹخ رہی تھی، اس نے پرفیوم اسپرے کر کے بوتل زور سے پٹخی اور برش کرنے لگی اور برش اتنی زور سے رکھا کہ اس کی برداشت جواب دے گئی۔

''یہ طریقہ کچھ خیال ہے تمہیں، میں سو رہا تھا، لے کے نیند خراب کر دی۔'' سیدھے ہوتے ہوئے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر نیند سے بوجھل آنکھیں بمشکل اس پر ٹکائی تھیں۔

''میں نے آپ کو نہیں اٹھایا، آپ خود اٹھے ہیں الزام مجھے مت دیں۔'' وہ اس کو نیند سے جگا دینے پر ذرا بھی خائف نہیں ہے۔

''مجھے جب نیند آ رہی ہوتی ہے تو آ رہی ہوتی ہے اور میں سیکنڈز کی تاخیر کیے بنا سونا پسند کرتا ہوں اور کوئی نیند سے مجھے جگائے تو دل کرتا ہے کہ سر پھاڑ دوں گستاخ کا۔'' اس کا لہجہ نیند سے بوجھل تھا وہ غصہ سے کہتا دوبارہ لیٹ گیا۔

''مجھے نیند جب نہیں آ رہی ہوتی تو نہیں آ رہی ہوتی اور میرے سامنے ایسے میں کوئی سوئے تو میرا دل کرتا ہے سیکنڈز کی تاخیر کیے بنا اس گستاخ کو جگا دوں۔'' وہ اسی کے سے انداز میں کہتی اس کے پہلو میں دراز ہو گئی۔

''ایسی بھی کیا بات کرنی ہے کہ نیند ہی اڑ گئی ہے۔'' وہ اس کی آنکھیں کھولتے نہ دیکھ خاموش پا کر اسے غصہ سے گھورتی کروٹ بدل رہی تھی کہ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے نزدیک کیا تھا اور نرم لہجے میں بولا تھا۔

''آپ کو بھائی کیسے لگتے ہیں؟'' وہ اس کو متوجہ پا کر بولی تھی۔

''تم ان فسوں خیز لمحات میں اتنی فضول سچوئیشن کرو گی اندازہ نہیں تھا مجھے۔'' وہ اس پر گھیرا تنگ کر رہا تھا۔

''پلیز اشہب آئی ایم سیریس، بتائیے نہ آپ کو بھائی کیسے لگتے ہیں۔'' وہ حصار سے نکلتے ہوئے بولتی اس کو غصہ ہی تو دلا گئی کہ اس کو سوتے سے ان فضول باتوں کے لئے جگا رہی تھی کہ یہ بات تو صبح بھی کی جا سکتی تھی۔

''تمہارا بھائی ایک نمبر کا فضول آدمی ہے۔'' جھنجھلا کر بولا تھا۔

''آپ میرے بھائی کے متعلق ایسا کوئی کمنٹس نہیں دیں گے جس کو سن کر مجھے غصہ



آئیے۔'' وہ بیٹھتے ہوئے وارننگ بھرے لہجے میں بولی تھی۔

''اچھا نہیں کچھ کہتا، خاموشی سے سو جاؤ اور سونے دو مجھے۔''

''پلیز اشہب بتا دیجئے نہ۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر ملتجی ہوئی تھی اور وہ چونک گیا اس خیال سے کہ کہیں سلطان آفندی اسے بھی تو دیئے جانے والے پرپوزل سے آگاہ تو نہیں کر چکے۔

''اتنی رات گئے، آخر اس سوال کا مطلب؟'' وہ الرٹ ہو چکا تھا۔

''وجہ بتاؤں گی لیکن آپ پہلے پوری ایمانداری سے بتائیں کہ یزدان آفندی کیسے انسان ہیں؟ آپ کو کیسے لگتے ہیں؟''

''جتنا جانتا ہوں اس کو سامنے رکھ کر کہوں تو ایک اچھا انسان ہے اور سب سے بڑھ کر رشتوں کو عزت و محبت دینے والا شخص ہے۔'' اس نے سچائی سے کہا تھا۔

''بائے نیچر اور بائے کریکٹر آپ کو کیسے لگتے ہیں؟'' وہ پر جوش ہو چکی ہے کہ جواب تسلی بخش جو ملا ہے۔

''آفس میں کام کرتے ہوئے کبھی نرم کبھی گرم مزاج کا لگا، مگر تمہارے ساتھ ہمیشہ ایک الگ ہی بہت پیارا روپ دیکھا اور یہاں تک کریکٹر کی بات ہے تو مجھے وہ مجموعی طور پر اچھے کردار کا شخص لگتا ہے کہ میں نے آفس میں لیڈی ورکرز کے ساتھ فرینک ہوتے یا ان پر مہربان ہوتے نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی کسی لڑکی سے ملتے یا فون پر بات کرتے پایا، مگر تم یہ سب مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟'' وہ ایک سچا کھرا شخص ہے جو بات محسوس کی تھی لگی لپٹی کے بغیر صاف کہہ دی کہ ان ہی سب کی روشنی میں تو پرپوزل قبول کرنا آسان لگ رہا تھا۔

''صرف یہ جاننے کے لئے کہ آپ بھائی کے بارے میں کیا سوچتے ہیں، اصل میں اشہب، آج بھائی نے مجھے بتایا کہ انہیں ایک لڑکی سے پہلی نظر میں محبت ہو گئی ہے۔'' اسے لگا تھا کہ کمرے کی چھت اس پر گر پڑی ہو اور وہ اس کی کیفیت سے انجان بول رہی تھی۔

''اور میں بہت بہت زیادہ خوش ہوں کہ وہ لڑکی کوئی اور نہیں عشبہ ہے۔'' وہ اس کو اب مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

''عشبہ...... عشبہ کو یزدان نے کہاں دیکھا؟'' اس کی آواز جیسے گہری کھائی سے برآمد ہوئی تھی اور وہ یزدان کے گھر آنے کی شام کی تفصیل بتا گئی۔

''میں نے یہ سب بتانے سے قبل بھائی کے لئے آپ کی رائے اس لئے طلب کی تاکہ اندازہ ہو سکے کہ اگر بھائی کا پرپوزل آئے گا تو اسے قبول کر لیں گے آپ، یا نہیں۔'' وہ کافی اطمینان محسوس کر رہی تھی مگر اس کا اطمینان غارت ہو گیا تھا کہ اس کے ذہن میں یہ بات گردش کر رہی ہے کہ بیٹے کی محبت کے لئے انہوں نے دوسرا داؤ چلا ہے جسے ازالے کا نام دے دیا، اس نے غصہ سے مٹھیاں بھینچ لیں، ماتھے پر شکنیں نمودار ہو گئیں تھیں۔

''بھائی نے یہ بات سب سے پہلے مجھے بتائی ہے، ڈیڈی کو بتانے کا کہہ رہے تھے مگر میں نے منع کر دیا۔'' اس کے اعصاب یکدم ڈھیلے پڑنے لگے۔

''مگر کیوں؟''

''اصل میں بھائی چاہتے ہیں کہ ڈیڈی ان کا پرپوزل آپ کے پاس لے کر آئیں، مجھے لگا کہ آپ کہیں انکار ہی نہ کر دیں، اس لئے میں نے بھائی سے کہا کہ میں آپ سے بات کروں گی





WWW.PAKSOCIETY.COM

اور آپ کا جو بھی جواب ہوگا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈیڈی سے بات کی جائے گی؟“

”میں اگر انکار کردوں؟“

”یہ آپ کا حق ہے اور یقین رکھیں اشہب غلطی دہرائی نہیں جائے گی، بھائی اور میں تو خیر اس بات سے بے خبر تھے، مگر ڈیڈی وہ بہت شرمندہ ہیں، میں مانتی ہوں انہوں نے غلط کیا، عشبہ کی ڈری ڈری حالت کے صرف وہی ذمہ دار ہیں، مگر وہ آپ سے اور عشبہ سے معافی مانگنا چاہتے ہیں، میں جانتی ہوں یہ آسان نہیں ہے، مگر کوشش کرکے آپ ڈیڈی کو معاف کردیں کہ عشبہ تو اصل حقیقت نہیں جانتی اور کبھی اسے سچائی پتہ بھی نہیں چلنی چاہیے کہ عشبہ اور آپ کی طرح اس کا بھی دل میری طرف سے خراب ہوگا۔“ آنسو جھیل سی آنکھوں میں جمع ہونے لگے تھے اور اس نے سلطان آفندی کے لئے پرپوزل کی تفصیل انہی کے الفاظ میں اسے بتا دی اور وہ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوگئی جبکہ یزدان آفندی اسے شریک راز کرنے کا سوچ رہا تھا مگر باپ سے بات کرنے کے بعد جب اس کو بتایا تو صرف اس لئے تاکہ اگر اشہب کے دل میں شک ہو تو وہ دور کردے اس لئے اس نے مصلحتاً جھوٹ بول دیا تھا کہ اس نے ڈیڈی کو ابھی نہیں بتایا کہ وہ نہیں چاہتا کہ اس کے پیار کو احسان کا نام دیا جائے مگر وہ یہ بات باپ سے اس صورت میں نہ کہہ سکا کہ اس کے دل کی بات جانے بغیر انہوں نے ازالے کے لئے یہ فیصلہ کیا تھا اور وہ ان کی نیکی اور نیت پر شک نہیں کرسکتا تھا۔

”آپ نے پھر کیا سوچا؟“ وہ آنسو رگڑتی امید سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”میں کوئی فیصلہ ہی نہیں کر پا رہا تھا اس لئے استخارہ کیا اور استخارے میں مثبت جواب آیا ہے اور استخارے کی روشنی میں، میں نے رشتہ قبول کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔“ وہ دم سادھے سن رہی تھی بات مکمل ہونے تک کھل اٹھی اور بے اختیار جوش سے اس کے سینے میں سما گئی۔

”تھینک یو اشہب، تھینک یو سو مچ بھائی بہت زیادہ اچھے ہیں، عشبہ ان کے ساتھ بہت خوشگوار زندگی گزارے گی بھائی ڈیڈی کے دیئے آنسوؤں کا ازالہ اپنی چاہت اور عزت سے کر دیں گے، عشبہ کی طرف سے آپ کو کبھی کوئی پریشانی نہیں ہوگی کہ بھائی کے دل کی صدا ڈیڈی کے کیے ظلم کے ازالے کی بھی صدا ہے اس گھر میں دو لوگ ہیں اور دونوں ہی اس رشتے پر دل سے راضی اور خوش ہیں، تھینک یو سو مچ۔“ وہ اسے کافی ماہ بعد وہی آفس والی بریقہ آفندی لگی جو خوشی کا بچوں کی طرح والہانہ اظہار کرتی تھی۔

”اور تم بریقہ، تم میرے ساتھ خوش ہو؟“ وہ الگ ہوئی تھی تو اس کے چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔

”میں بہت زیادہ خوش ہوں بھائی کے لئے، عشبہ کے لئے۔“

”میں تمہاری بات کر رہا ہوں بریقہ؟“

”میں خوش ہوں اشہب، کہ جانتی ہوں کہ آپ نے میرے ساتھ جو کیا وہ غصہ میں بدلے کی آگ میں جلتے ہوئے کیا، ورگرنہ آپ ایسے نہیں ہیں۔“ وہ سچائی سے بولی تھی کہ اسے واقعی اس سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔

”میں تم سے اپنے رویے کی معافی مانگتا ہوں۔“

”اشہب، معافی کے بدلے معافی دے دیں، میرے ڈیڈی کو معاف......“ اس نے اس کے جڑے ہاتھ تھام لیے۔

”معاف کرنے والی ذات تو اللہ کی ہے، ڈیڈی شرمندہ ہیں ازالہ چاہتے ہیں اس سے بڑھ



کر میں کیا کروں کہ ان کے دیئے پرپوزل کو ایکسپٹ کرلوں اور تمہیں خوش رکھوں اس لئے نہیں کہ وہ سب چاہتے ہیں صرف اس لئے کہ میں ایسا چاہتا ہوں، یہ سچ ہے بریقہ کے محبت کے سفر میں تم تنہا نہیں تھیں، میں تمہارے ساتھ ساتھ چلا ہوں یہ اور بات ہے کہ تم آزمائش میں کھری اتریں اور میں ناکام ہوگیا۔“ وہ آزردہ ہوگیا تھا۔

”ایسے مت کہیں اشہب کہ آپ نے اپنی محبت کو ناکام ہونے دیا ہی کب، مجھے گر تکلیف دی تھی تو آپ بھی تو خوش نہیں تھے، ناکام تو جب ہوتے جب میری تکلیف آپ کو سکھ پہنچاتی۔“ وہ اس کا بھاری مردانہ ہاتھ اپنے گلابی موی ہاتھ میں تھام گئی تھی۔

”مگر اس سب کے باوجود میں تم سے شرمندہ ہوں کہ جو کیا وہ صرف تمہارے ڈیڈی کو احساس دلانے کے لئے۔“

”آئی نو اشہب اور کیا ہم ان تکلیف دہ باتوں اور وقت کو بھلا نہیں سکتے؟“ وہ اس کی بات کے درمیان میں بولی اور وہ اس کو دیکھنے لگا کہ اس کے خوبصورت چہرے پر معصومیت اور سادگی کتنی بھلی لگ رہی تھی۔

”نہیں کہ تکلیف کو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے تاکہ خوشی کی قدر کرنا بہت سہل لگے اور خوشی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے تاکہ تکلیف سہنا سہل لگے۔“ وہ ٹھہرے ہوئے بھاری لہجے میں کہہ رہا تھا۔

”اوف فلسفہ بیچ اشہب یہ کتابی و فلسفیانہ باتیں میرے سر سے گزرتی ہیں، زیادہ ہی شوق ہے فلسفہ بگھارنے کا تو کبھی ڈیڈی کے ساتھ محفل جمایئے گا مجھے تو معاف ہی رکھیے۔“ وہ باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ گئی تھی۔

”فلسفیانہ باتیں سر سے گزرتی ہیں، رومانوی باتوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟“ وہ معنی خیزی سے پوچھ رہا تھا۔

”ڈائریکٹ دل میں اترتی ہیں۔“ وہ شوخی سے کہہ کر اس کو دیکھنے لگی مگر اس کی آنکھوں میں تادیر دیکھ نہ سکی کہ شوریدہ جذبے اس کی آنکھوں میں سر اٹھاتے اس کو کنفیوز کر گئے تھے۔

”آئی لو یو بریقہ، میں نے صرف تم سے محبت کی ہے۔“ وہ جھینپی بہت اچھی لگی تو بغور اس کو دیکھتا بولا تھا اور وہ حیا سے مسکرا دی تھی کہ غم کی رات کٹ گئی تھی روشن سویرا دستک دے رہا تھا اور وہ خوشی سے جس کا استقبال کرنے کو تیار تھی۔

☆☆☆